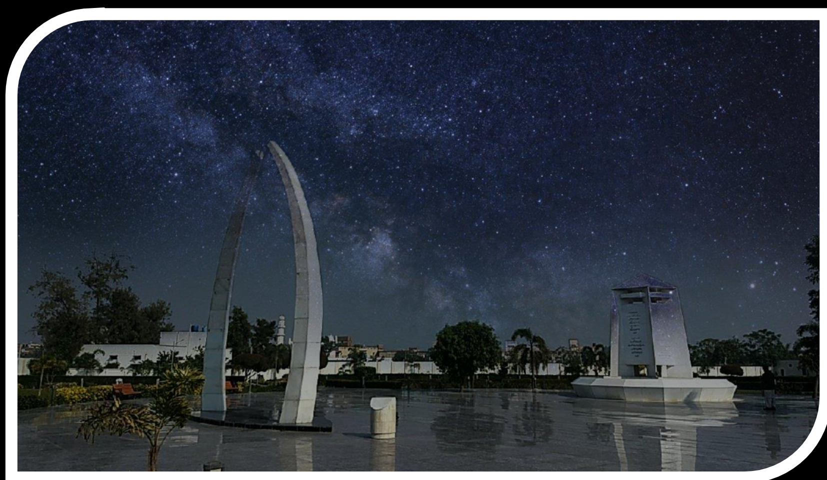
جماعت احمدیہ کا

نظامِ خلافت



مؤلف

ابوہشام بن ولی

ادارہ الفضل آن لائن لندن



جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

مؤلف

ابوہشام بن ولی

ادارہ الفضل آن لائن لندن

رابطہ کرنے کے لیے

ویب سائٹ: www.alfazlonline.org

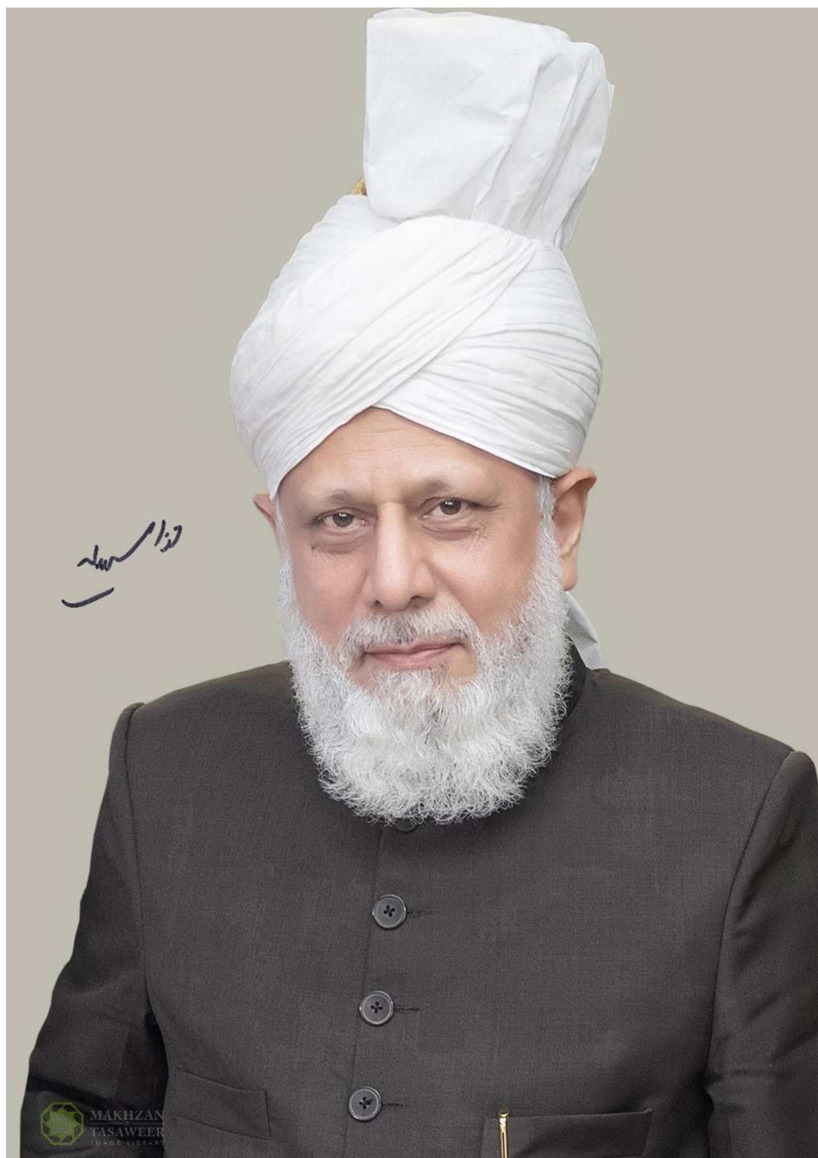
ای میل ایڈریس: info@alfazlonline.org

editor@alfazlonline.org

فون نمبر: +44 79 5161 4020

+44 73 7615 9966

آن لائن ایڈیشن



حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

تعارف

ہمارا تو انگ انگ خلافت سے جڑا ہوا ہے۔ ہماری غذا خلافت ہے۔ ہمارا اوڑھنا، بچھونا، مرنا اور جینا خلافت کے لئے ہے۔ ہماری گفتگو خلافت سے شروع ہوتی ہے اور خلافت کی برکات اور اس کی اہمیت بیان ہوتے اختتام کو پہنچتی ہے۔ ہم نے خلافت سے بہت کچھ سیکھا۔ ہم نے خلافت سے انسانیت سیکھی اور خلافت نے ہمیں منظم، اسلامی تعلیمات واصولوں پر کاربند بااخلاق اور باخدا انسان بنایا جس کی وجہ سے ہم پورے یقین اور تحدی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم خلافت کی کمال اطاعت کی وجہ سے صحابہ رسول کے قریب تر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے ان کو ساقی نے پلادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ان اشعار میں جس مے کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ آج اس مبارک اور مقدس مے کے جام ہم دربار خلافت سے لبالب پی رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ کل عالم میں یہ نکل رہا ہے کہ شجر احمدیت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے۔ اس کی شاخیں (احباب جماعت) آسمان سے باتیں کر رہی ہیں اور دشمن احمدیت روزانہ ہی اَخزَی الاَعَادِی کا نظارہ دکھلاتے ہوئے اپنے منہ کے بل گرتا دکھائی دیتا ہے اور حسرت کی موت روزانہ بلکہ ہر لمحہ مرتا دکھائی دیتا ہے۔

جن امور میں خلافت احمدیہ کی برکت سے جماعت دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ ان میں سے ایک روزنامہ الفضل ہے جسے 2016ء میں نام نہاد مولویوں کی آتش حسد اور دشمنی نے پنجاب کے حکومتی کارندوں کے ذریعہ اس وقت بند کروایا۔ جب اس کی اشاعت صرف نو ہزار تین سو (9300) تھی۔ خلافت خامسہ کے پانچویں مظہر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس نصرہ اللہ تعالیٰ نصراً عزیزاً نے لندن سے آن لائن جاری فرما کر اس بہتی نہر کو پانی سے بھرے دریا بلکہ چھالیں مارتے ہوئے

سمندر میں تبدیل کر دیا اور پونے تین سال کے قلیل عرصہ میں جو کسی قوم کی لازوال تاریخ میں آنکھ جھپکنے کے برابر بھی نہیں ہوتا اس تاریخی بابرکت اخبار کو زمین کے مولویوں کے دست برد سے نکال کر آسمان کی بلند ترین وادیوں میں پہنچا دیا اور اب آسمان سے یہ روحانی مائدہ روزانہ ہی لندن وقت کے مطابق رات 12 بجے اترتا ہے تو دیکھتے ہی دیکھتے پانچ لاکھ سے زائد احمدیوں کے gadgets میں یہ موجود ہوتا اور پڑھا و دیکھا جاتا ہے۔ یہ ہے وہ برکت، ان برکات میں سے جو خلافت احمدیت کی ہیں۔

گو اس اخبار کے کم و بیش روزانہ کے علمی مواد میں خلافت کی اہمیت، افادیت اور اس کی برکات پر کچھ نہ کچھ قارئین کو تفصیلاً یا اجمالاً پڑھنے کو ملتا ہے۔ لیکن الفضل میں شائع ہونے والے مضامین کو یکجائی صورت میں (کتابی شکل میں) قارئین کے سامنے پیش کرنے کی یہ دوسری کوشش ہے۔ اس سے قبل ادارہ الفضل جناب علامہ ایچ ایم طارق کے مضامین مطبوعہ الفضل آن لائن کو کتابی شکل میں بعنوان "جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی" پیش کرنے کی سعادت پا چکا ہے جسے بہت پزیرائی ملی تھی۔

زیر نظر مضامین روزنامہ الفضل آن لائن کے 3 ستمبر تا یکم اکتوبر 2022ء کے شمارہ جات میں 5 اقساط پر مشتمل ''جماعت احمدیہ کا نظام خلافت'' کے عنوان سے شائع ہوئے جو اب یکجا کر کے شائع کئے جا رہے ہیں۔ اس مضامین میں مولف مکرم ابو ہشام بن ولی نے نہایت دلچسپ طریق پر خلافت سے متعلق نقلی و عقلی دلائل پیش کئے ہیں اور نقلی دلائل از قرآن شریف، احادیث، دیگر آئمہ و صلحائے امت نے مضامین میں نکھار پیدا کر دیا ہے اور نقلی دلائل کی تشریح و تفسیر میں اس زمانہ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور خلفائے سلسلہ کے فرمودات نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور خاص طور پر جو سوالات اور اعتراضات خلافت راشدہ اور موجودہ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں انکا مدلل جواب از روئے قرآن و حدیث پیش کئے ہیں تا کسی قسم کا شبہ اور اعتراض باقی نہ رہے۔ اس مضمون کی افادیت کے پیش نظر اسے یکجا کر کے شائع کیا جا رہا ہے۔

اس علمی وروحانی مائدہ کو قارئین الفضل کے لئے آغاز میں کینیڈا سے مکرم شیخ آدم سعید نے ترتیب دیا جبکہ مکرم سید عمار احمد آف جرمنی نے اپنی ماہرانہ استعدادوں کو بروئے کار لاکر نہ صرف خوبصورت ٹائٹل ترتیب دیا بلکہ مواد کو کتابی شکل میں بھی رنگ بھرے۔ آمین۔

فجزاھم اللہ تعالیٰ خیراً کثیرا وکان اللہ معہم

ادارہ الفضل آن لائن اپنی اس کاوش کو حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی امریکہ کے تاریخ ساز دورہ سے کامیاب مراجعت پر بطور تحفہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرماتے ہوئے اس کے بہتر نتائج مرتب کرے اور خلافت کی برکات اور فضائل کو تاقیامت ہم پر ممتد فرمائے۔ آمین

اَللّٰہُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَبَارِکْ لَنَافِیْ عُمُرِہٖ وَاَمْرِہٖ

حنیف محمود

ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن

17-10-2022

فہرست مضامین

★★★★★

جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

(قسط 1)

خلافت کے لغوی معنی

یہ عربی کا لفظ ہے اور قواعد صرف کی رُو سے یہ مصدر کا صیغہ ہے۔ اس کا مادہ "خلف" (خ۔ل۔ف) ہے جس کے لغوی معنی جانشینی، قائمقامی، نیابت، امارت اور امامت کے ہیں۔ ان تمام معانی کی تائیدات لغت عرب سے ہوتی ہے۔

1. مِنْ قَوْلِکَ خَلَفَ فُلانٌ فُلَانَاً فِیْ ھٰذَا الاَمرِ اِنْ قَامَ مَقَامَہُ فِیہِ ھٰذِہِ۔یعنی اگر ایک شخص دوسرے شخص کے بعد اس کا نائب و قائمقام ہوا تو یہ خلافت ہے۔

(ابن فارس زیر لفظ خلف)

2. المنجد میں اَلخِلَافَۃُ کے معنی اَلاِمَارَۃُ (امارت)، النِّیَابَۃُ عَنِ الغَیرِ (قائمقامی)، الاِمَامَۃُ یعنی امامت لکھے ہیں۔

(المنجد زیر لفظ خلف)

3. لسان العرب میں اَلْخِلَافَۃُ کے معنی "اَلاِمَارَۃُ" یعنی امارت لکھے ہیں۔

(لسان العرب زیر لفظ خلف)

4. مفردات القرآن میں لکھا ہے۔اَلخِلَافَۃُ کے معنی دوسرے کا نائب بننے کے ہیں خواہ وہ نیابت اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا محض نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے وہ اس آخری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو زمین میں خلافت بخشی۔

5. اقرب الموارد میں ”اَلْخِلَافَۃُ“ کے درج ذیل معنی بیان کئے گئے ہیں:

i. اَلْاِمَارَۃُ (حکومت)

ii. اَلنِّیَابَۃُ عَنِ الغَیرِ اِمَّا لِغَیبِہِ المَنُوبِ عَنہُ اَوْ لِمَوتِہٖ اَوْ لِعِجزِہٖ اَوْ لِتَشرِیفِ المُستَخلَفِ۔ یعنی دوسرے کی نیابت کرنا خلافت کہلاتا ہے۔ خواہ وہ نیابت جس کی نیابت کی گئی ہو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا موت یا کسی کام میں عجز کی وجہ سے ہو۔ اور بعض اوقات یہ نیابت صرف عزت افزائی کے لئے ہوتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زمین میں خلیفہ بناتا ہے تو یہ صرف ان کے اعزاز کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ کسی اور وجہ سے۔

iii. اور شرعی معنی خلافت کے امامت کے ہیں۔

خلافت کے اصطلاحی معنی

اصطلاحی طور پر نبوت کی قائمقامی کا نام خلافت ہے۔ خلیفہ وہ ہے جو اپنے انوار و برکات کے لحاظ سے نبی کا جانشین ہوتا ہے۔ نبی کے فرائض کو بجالاتا ہے اور اس کے قائمقام کے طور پر امت کا مطاع اور واجب التسلیم ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں۔ جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں“

(ملفوظات جلد 2 نیا ایڈیشن صفحہ 666)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: ”خلیفہ در حقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ ہو۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 353)

خلافت کی اقسام

قرآن کریم سے تین قسم کی خلافتوں کا ذکر ملتا ہے۔

1۔ خلافت نبوت

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 31 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً یعنی زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اسی طرح انہی معنوں میں یعنی خلافت نبوت سے سرفراز کرنے کے معنوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کو خلیفہ بنایا گیا جیسا کہ سورۃ صٓ میں آتا ہے کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ خَلِیۡفَۃً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعِ الۡہَوٰی فَیُضِلَّکَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ

(صٓ:27)

یعنی اے داؤد! یقیناً ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ پس لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر اور میلان طبع کی پیروی نہ کر ورنہ وہ (میلان) تجھے اللہ کے رستے سے گمراہ کر دے گا۔

پس حضرت آدمؑ اور حضرت داود علیہ السلام کو خلیفہ صرف نبی اور مامور ہونے کے معنوں میں کہا گیا ہے۔ چونکہ وہ اپنے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق صفات الٰہیہ کو دنیا میں ظاہر کرتے تھے اور اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ظل بن کر ظاہر ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کہلائے۔

2۔ خلافت قومی

قرآن کریم سے جس دوسری قسم کی خلافت کا علم ہوتا ہے۔ وہ خلافت قومی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف میں آتا ہے

وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَکُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ

(الاعراف:70)

اور یاد کرو جب اس نے نوح کی قوم کے بعد تمہیں جانشین بنایا تھا۔

یعنی قوم نوح کی تباہی کے باوجود ان کے بعد ان کی جگہ تم کو دنیا میں حکومت اور غلبہ حاصل ہو گیا۔

وَاذۡکُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَکُمۡ خُلَفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ عَادٍ

(الاعراف:75)

یاد کرو جب تم کو اللہ تعالیٰ نے عاد اولیٰ کی تباہی کے بعد ان کا جانشین بنایا اور حکومت تمہارے ہاتھ میں آگئی۔

اور اسی طرح سورۃ مائدہ آیت نمبر 21 کے مطابق قوم موسیٰ میں نبی بھی مقرر کئے تھے اور بادشاہ بھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہود کو ہم نے دو طرح خلیفہ بنایا۔ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ کے تحت انہیں خلافت نبوت دی اور جَعَلَکُمۡ مَّلُوۡکاً کے ماتحت انہیں خلافت ملوکیت دی۔

پس ہر قوم جو پہلی قوم کی تباہی پر اس کی جگہ لیتی ہے۔ ان معنوں میں بھی خلیفہ کا لفظ قرآن مجید میں متعدد بار استعمال ہوا ہے۔ لہذا قرآن کریم کے مطابق خلافت کی دوسری قسم خلافت قومی ہے جس کے تحت ہر قوم جو پہلی قوم کی جگہ لیتی ہے وہ قرآنی محاورہ کے مطابق اس قوم کی خلیفہ کہلاتی ہے۔

3۔ خلافت علی منہاج النبوۃ

قرآنی محاورہ کے مطابق تیسری قسم کی خلافت وہ ہے جس کے مطابق نبی کے جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو اس کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں اور نبی کے ماننے والوں میں اتحاد و تنظیم قائم رکھنے والے ہوں۔ خواہ وہ نبی ہوں یا غیر نبی جیسا کہ آیت استخلاف (نور:56) سے ظاہر ہے۔ اسی طرح سورۃ الاعراف آیت نمبر 143 میں ہے۔ وَقَالَ مُوۡسٰی لِاَخِیۡہِ ہٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَاَصۡلِحۡ وَلَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں میری قائمقامی کر اور اصلاح کر مفسدوں کی راہ کی پیروی نہ کر۔

پس اس آیت کریمہ کی رو سے حضرت ہارون علیہ السلام ایک تابع نبی بھی ہوئے اور ایک حکمران نبی کے خلیفہ بھی۔ اس جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت، خلافت نبوت نہ تھی بلکہ خلافت انتظامی تھی۔ مگر اس قسم کی خلافت بعض دفعہ خلافت انتظامی کے علاوہ خلافت نبوت بھی ہوتی ہے یعنی ایک سابق نبی کی امت کی درستگی اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ایک اور نبی مبعوث فرماتا ہے جو پہلے نبی کی شریعت ہی کو جاری کرتا ہے۔ کوئی نئی شریعت نہیں لاتا۔ حالانکہ نبوت کے عہدہ پر وہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا جاتا ہے۔ جس قدر انبیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں آئے سب اسی قسم کے خلفاء تھے جیسا کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ۔

(مائدہ:45)

یعنی ہم نے تورات کو یقیناً ہدایت اور نور سے بھرپور اتارا تھا۔ اس کے ذریعہ سے انبیاء جو ہمارے فرمانبردار تھے اور عارف اور علماء بہ سبب اس کے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی حفاظت چاہی گئی تھی۔ اور وہ اس پر نگران تھے۔ یہودیوں کے لئے فیصلہ کیا کرتے تھے۔

1۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی انبیاء اور کئی غیر نبی جن کو اس آیت میں ربانی اور احبار کہا گیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے قیام کے لئے یا دوسرے لفظوں میں ان کے خلیفہ کی حیثیت سے بنی اسرائیل میں آتے رہے۔

2۔ احادیث میں حضرت امام مہدیؑ کے لئے جو ھٰذَا خَلِيۡفَةُ اللّٰهِ الۡمَهۡدِيۡ یہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے (ابن ماجہ جلد نمبر2 صفحہ 279 مطبوعہ مصر) کی حدیث میں خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ كَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ(النور:56) کے مطابق بنی اسرائیل کے خلفاء کے ہم معنیٰ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ امام مہدیؑ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خلیفہ ہوئے تھے۔

3۔ نبی کے وہ جانشین بھی خلیفہ کہلاتے ہیں جو غیر نبی ہوں مگر اس نبی کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں یعنی اس کی شریعت پر قوم کو چلانے والے ہوں اور ان میں اتحاد قائم رکھنے والے ہوں۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے خلفاء راشدین اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلفاء ہیں۔ یہ خلفاء بھی خلافت کی اس تیسری قسم یعنی خلافت علیٰ منہاج نبوت میں شامل ہیں۔ اس کا ثبوت آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔ جس میں اپنے بعد خلافت علیٰ منہاج النبّوت کے قائم ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ جیسا کہ آپ نے ثُمَّ تَکُونُ خِلَافَۃٌ عَلَی مِنھَاجِ النَّبُوَّۃِ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273) والی مشہور حدیث میں پیشگوئی فرمائی ہے۔

نظام خلافت کے اغراض و مقاصد

اللہ تعالیٰ نے اس عالم کائنات میں بیشمار اور ان گنت مخلوقات پیدا کی ہیں۔ جن میں سے انسان کو یہ شرف اور اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس حقیقت کی تائید متعدد آیات کریمہ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں انسان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا

(البقرہ:30)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کا سب پیدا کیا جو زمین میں ہے۔

اسی طرح ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا:

وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ وَحَمَلۡنٰہُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنٰہُمۡ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰہُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا

(بنی اسرائیل:71)

اور یقیناً ہم نے ابنائے آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواری عطا کی اور انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور اکثر چیزوں پر جو ہم نے پیدا کیں انہیں بہت فضیلت بخشی۔

پس اب ظاہر ہے کہ اس کائنات کی سب سے اہم مخلوق جس کے لئے یہ ساری کائنات پیدا کی گئی ہے۔ ضرور اس کی پیدائش کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہیئے جو سب سے اہم اور اعلیٰ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم کی درج ذیل آیت میں ہماری راہنمائی کی گئی ہے۔

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ

(الذاریات:57)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت قرار دینے میں دراصل حکمت یہ تھی کہ اس طریق سے انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن سکے۔۔ جیسا کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللهِ (تم اللہ کے اخلاق کو اپناؤ) سے ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر بنو۔ اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ

اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ

(مسند احمد بن حنبل جلد دوم صفحہ 323)

اللہ تعالیٰ کا آدم کو اپنی صورت پر پیدا کرنا

اب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مادی وجود نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اس کے ذریعہ صفات باری تعالیٰ کا ظہور تھا۔ اسی طرح ایک حدیث قدسی ہے کہ

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَأَرَدْتُ أَنْ أُعْرِفَ فَخَلَقْتُ آدَمَ

(مزیل الخفاء الالباس جلد 2 صفحہ 123 مصنفہ اسمٰعیل بن العجلونی)

یعنی میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے آدم کو پیدا کیا۔ چنانچہ اسی عظیم مقصد کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً

(البقرہ:31)

یقیناً میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

پس یہی وہ عظیم مقصد اور مشن تھا جس کے پیشِ نظر انبیاء علیہم السّلام کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور تکمیل افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے بابرکت وجود سے ہوئی۔ بعض روایات کے مطابق دنیا کو ہر قوم، ہر علاقے اور ہر زمانہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جس نظام کی تخمریزی ہوئی اس کی آبیاری کے لئے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا جس کی تصدیق اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

مَا كَانَتْ نَبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتہُ خِلَافَۃٌ

(مجمع الزوائد علی بن فجی بکر ااُلھیثمی جلد 5 صفحہ 188 دار الکتاب العربی)

یعنی کوئی بھی ایسی نبوت نہیں گزری جس کے بعد خلافت نہ ہوئی ہو۔

پس اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں پر خلافت سے مراد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے جو نبوت کے جانشین اور قائمقام ہوتی ہے۔ جس کے قیام کا مقصد در حقیقت برکات رسالت کو جاری رکھنا ہوتا ہے اور وہ مقصد جس کے پیش نظر انسان کو پیدا کیا گیا ہے نبی سابق کی تعلیم کی روشنی میں اس کی راہنمائی کرنا۔ نیز تجدید دین کرنا اور نبی کے وجود کو ظلی طور پر قائم رکھنا ہوتا ہے۔ اور نبی کے ماننے والوں میں اتحاد و تنظیم قائم رکھنا ہے۔

جماعت احمدیہ میں نظام خلافت کے قیام کو سمجھنے کے لئے سورۃ النور کی آیت 56 (جو آیت استخلاف کے نام سے معروف ہے) ہماری مکمل راہنمائی کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(النور:56)

ترجمہ:۔ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو، جو اس نے ان کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور ان کی خوف کی حالت کے بعد ضرور انہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

اس آیت کو آیت استخلاف کہا جاتا ہے جس میں یہ بات ظاہر فرمائی گئی ہے کہ جس طرح خدا نے پہلے انبیاء کے بعد خلافت کا سلسلہ جاری فرمایا تھا اسی طرح آنحضور ﷺ کے بعد بھی جاری فرمائے گا اور وہ خلافت نبی کے نور کو لے کر آگے بڑھے گی اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا تتمہ ثابت ہو گی۔ اس آیت کریمہ میں نظام خلافت کے تمام بنیادی ضروری مضامین بیان کر دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل میں اپنے اپنے موقع پر جایا جائے گا مگر اس جگہ صرف نظام خلافت کے مقاصد کا ذکر کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ آیت استخلاف میں نظام خلافت کے درج ذیل تین بنیادی مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔

1. تمکنت دین۔ یعنی نظام خلافت دین کی مضبوطی کا باعث بنتا ہے۔
2. خوف کا امن میں تبدیل ہونا۔ یعنی دین پر جب بھی کوئی خوف یا خطرے کی گھڑی آتی ہے تو نظام خلافت کے ذریعہ وہ خوف امن اور سکون میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

3. توحید باری تعالیٰ کا قیام۔ جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی پیدائش اور انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا مقصد خدا تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ یعنی توحید خداوندی کا قیام۔ پس مذہب اور دین کا یہ بنیادی مقصد بھی نبوت کے بعد خلافت کے ذریعہ پورا ہونے میں مدد ملتی ہے۔ جہاں اس سے توحید خداوندی کے قیام میں مدد ملتی ہے وہاں اس کے لازمی نتیجہ کے طور پر امت میں وحدت اور اتحاد و یگانگت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نظام خلافت کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قومی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتی ہے مخالفوں کو ہنسی ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقع دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کی ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔

1۔ اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔

2۔ دوسرے اپنے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بد قسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں۔ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔

پس جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔

وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا(النور:56)
یعنی خوف کے بعد ہم ان کے پیر جما دیں گے۔"

(الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ104)

اسی طرح ایک دوسری جگہ خلافت کی اغراض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خلیفہ در حقیقت رسول کا ظل ہوتا ہے چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے نہ رہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ353)

حضرت مسیح موعودؑ سے ایک موقع پر سوال کیا گیا کہ خلیفہ آنے کا مدعا کیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

"دیکھو! حضرت آدم سے اس نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور ایک مدت دراز کے بعد جب انسانوں کی عملی حالتیں کمزور ہو گئیں اور انسان زندگی کے اصل مدعا اور خدا کی کتاب کی اصل غایت بھول کر ہدایت کی راہ سے دور جا پڑے تو پھر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ایک مامور اور مرسل کے ذریعہ سے دنیا کو ہدایت کی اور ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ شان کبریائی نے جلوہ دکھایا اور ایک شمع کی طرح نور معرفت دنیا میں دوبارہ قائم کیا گیا۔ ایمان کو نورانی اور روشنی والا ایمان بنا دیا۔

غرض اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ سے یہی سنت چلی آتی ہے کہ ایک زمانہ گزرنے پر جب پہلے نبی کی تعلیم کو لوگ بھول کر راہ راست اور متاع ایمان اور نور معرفت کو کھو بیٹھتے ہیں اور دنیا میں ظلمت اور گمراہی، فسق و فجور کا چاروں طرف سے خطرناک اندھیرا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفات جوش مارتی ہیں اور ایک بڑے عظیم الشان انسان کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا نام اور توحید اور اخلاق فاضلہ پھر نئے سرے سے دنیا میں اس کی معرفت قائم کر کے خدا تعالیٰ کی ہستی کے بین ثبوت ہزاروں نشانوں سے دیئے جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ کھویا ہوا عرفان اور گمشدہ تقویٰ طہارت دنیا میں قائم کی جاتی ہے اور ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوتا ہے۔ غرض اسی سنت قدیمہ کے مطابق ہمارا یہ سلسلہ قائم ہوا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم نیا ایڈیشن صفحہ 560-561)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے قیام کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"خلافت خدا کی طرف سے ایک بڑا انعام ہے۔ جس کا مقصد قوم کو متحد کرنا اور تفرقہ سے محفوظ رکھنا ہے۔ یہ وہ لڑی ہے جس میں جماعت موتیوں کی مانند پروئی ہوئی ہے۔ اگر موتی بکھرے ہوں تو نہ تو محفوظ ہوتے ہیں اور نہ ہی خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ایک لڑی میں پروئے ہوئے موتی خوبصورت اور محفوظ ہوتے ہیں۔ اگر قدرت ثانیہ نہ ہو تو دین حق کبھی ترقی نہیں کر سکتا۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 مئی تا 5 مئی 2003ء)

حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نظام خلافت کے اغراض و مقاصد تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن شریف کی تعلیم اور سلسلہ رسالت کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ لگتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی رسول اور نبی کو بھیجتا ہے تو اس سے اس کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ ایک آدمی دنیا میں آئے اور ایک آواز دے کر واپس چلا جاوے بلکہ ہر نبی اور رسول کے وقت خدا تعالیٰ کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ دنیا میں ایک تغیر اور انقلاب پیدا کرے جس کے لئے ظاہر اسباب کے ماتحت ایک لمبے نظام اور مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے اور چونکہ ایک انسان کی عمر بہرحال محدود ہے۔ صرف تخم ریزی کا کام لیتا ہے اور اس تخم ریزی کو انجام تک پہنچانے کے لئے نبی کو وفات کے بعد اس کی جماعت میں سے قابل اور اہل لوگوں

میں یکے بعد دیگرے اس کے جانشین بنا کر اس کے کام کی تکمیل فرماتا ہے۔ یہ جانشین اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہلاتے ہیں۔"

(بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ مئی 1960ء)

خلافت کی ضرورت واہمیت

جماعت احمدیہ کی خوش نصیبی اور خوش بختی ہے کہ اسے خلافت جیسی عظیم نعمت حاصل ہے۔ اگر جماعت احمدیہ میں نظام خلافت قائم نہ ہوتا تو آج جماعت احمدیہ کا نفوذ 200 سے زائد ممالک میں نہ ہوتا۔ یہ خلافت کی ہی برکت ہے کہ جس نے جماعت میں شیرازہ بندی اور وحدت کو قائم رکھا ہوا ہے ورنہ جماعت احمدیہ بھی کئی فرقوں میں تقسیم ہو چکی ہوتی۔

پس خلافت تتمہ نبوت ہے اس کے ذریعہ سے صحیح دین کی حفاظت ہوتی ہے دین کو تمکنت حاصل ہوتی ہے۔ جماعت مومنین کی شیرازہ بندی اور اتحاد کا استحکام ہوتا ہے۔ نبی کی روحانیت کا دور ممتد رہتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نظام خلافت کو قائم نہ کرے تو کہنا پڑے گا کہ قیام نبوت کا عظیم مقصد ناقص اور نا تمام رہ گیا۔ اس لئے شرعاً اور عقلاً بھی نبوت کے بعد خلافت کا ہونا لازمی ہے۔

خلافت کی ضرورت واہمیت کا اندازہ ذیل کے حوالہ جات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جن میں خلافت کی نعمت سے محروم جماعتوں و تحریکوں کے عمائدین و سربراہان و دانشوروں نے خلافت کی ضرورت کا ایسے ہی کھل کر اظہار کیا ہے جس طرح خشک سالی میں باران رحمت کا انتظار کیا جاتا ہے۔

1۔ حضرت اسماعیل شہید خلافت کی جستجو اور اس نعمت کے لئے دعا کرنے کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں۔

"نزول نعمت الٰہی یعنی ظہور خلافت راشدہ سے کسی زمانہ میں مایوس نہ ہونا چاہیئے اور اسے مجیب الدعوات سے طلب کرتے رہنا چاہیئے اور اپنی دعا کی قبولیت کی امید رکھنا اور خلیفہ راشد کی جستجو میں ہر وقت ہمت

صرف کرنا چاہیئے۔ شاید یہ نعمت کاملہ اسی زمانہ میں ظہور فرمادے اور خلافت راشدہ اس وقت ہی جلوہ گر ہو جاوے۔"

(منصب امامت صفحہ 28 گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور مطبوعہ 1949ء)

2۔ مشہور صحافی م۔ش تحریر کرتے ہیں کہ:

"پاکستان کے مقاصد کی تکمیل پارلیمانی یا صدارتی نظام ہائے حکومت رائج کرنے سے نہیں بلکہ خلافت کے قیام سے ہی کی جاسکتی ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 21 مارچ 1947ء)

3۔ اہل قرآن کے لیڈر غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے لئے کرنے کا کام یہ ہے کہ پھر سے خلافت علیٰ منہاج رسالت کا سلسلہ قائم کیا جائے جو امت کو احکام و قوانین خداوندی کے مطابق چلائے۔"

(ماہنامہ طلوع اسلام مارچ 1977ء صفحہ 6)

4۔ اہلحدیث کا ترجمان رسالہ تنظیم اہلحدیث لکھتا ہے:

"اگر زندگی کے ان آخری لمحات میں ایک دفعہ بھی خلافت علیٰ منھاج النبوۃ کا نظارہ نصیب ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی بگڑی سنور جائے اور روٹھا ہوا خدا پھر سے مان جائے اور بھنور میں گھری ہوئی ملت اسلامیہ کی ناؤ شائد کسی طرح اس کے نرغے سے نکل کر ساحل عافیت سے ہمکنار ہو جائے ورنہ قیامت میں خدا ہم سے پوچھے گا کہ دنیا میں تم نے ہر ایک اقتدار کے لئے زمین ہموار کی۔ کیا اسلام کے غلبہ اور قرآن کریم کے اقتدار کے لئے بھی کچھ کیا؟"

(ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور 12 ستمبر 1969ء)

5۔ماہنامہ جدوجہد لاہور لکھتا ہے:

”مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک تیس ممالک کا ایک عظیم اسلامی بلاک صرف اتحاد اتفاق کی نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے مغربی اقوام سے پٹ رہا ہے۔اب وقت کا تقاضا ہے کہ مسلمان ممالک متحد ہو کر اس دشمن اسلام اقوام متحدہ کو چھوڑ کر خلافت اسلامیہ کا احیاء کریں۔ایک فعال قوت کی حیثیت سے زندہ رہنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔“

(ماہنامہ جدوجہد لاہور اگست 1974ء)

6۔ احیائے خلافت کی حالیہ تحریکوں میں سے ایک تحریک کے داعی چوہدری رحمت علی صاحب ”دارالسلام“ میں لکھتے ہیں:

”نفاذ غلبہ اسلام اور وجود قیام خلافت لازم وملزوم ہیں۔ بالفاظ دیگر جیسے دن سورج کا محتاج ہے اور بغیر اندھیرے کے رات کا تصور ناممکن ہے اسی طرح خلافت معرض وجود میں ہو گی تو اسلام کا نفاذ غلبہ ممکن ہو گا ورنہ ”ایں خیال است و محال است و جنوں“ نیز تاریخ مزید ثبوت مہیا کرتی ہے کہ جب خلافت اپنے عروج پر تھی اسلام کا بھی وہی سنہری دور تھا۔“

(دارالسلام عمران پبلیکیشنز اچھرہ لاہور 1985ء صفحہ 3)

7۔جناب فضل محمد یوسف زئی استاد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی لکھتے ہیں:

”مسلمان ترس رہے ہیں کہ کاش ہماری ایک خلافت ہوتی، ہمارا ایک خلیفہ ہوتا، کاش ہماری ایک بادشاہت ہوتی، کاش ہمارا ایک بادشاہ ہوتا جس کی بات پوری دنیا کے مسلمانوں کی بات ہوتی جس میں وزن ہوتا جس میں عظمت ہوتی جس میں شجاعت ہوتی جس کی وجہ سے اقوام متحدہ میں ان کی حیثیت ہوتی عالمی برادری میں ان کی قیمت ہوتی ویٹو پاور میں ان کا مقام ہوتا سلامتی کونسل میں اس کا نام ہوتا۔“

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک مارچ 2000ء صفحہ 58)

8۔ تحریک خلافت کے داعی اور تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

"اول دور خود حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا دور ہے جسے خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور قیامت سے پہلے آخری دور میں پھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہو گا۔ اس قول سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ نے اسلام کا نظام عدل اجتماعی جس طریقے سے قائم فرمایا تھا صرف اسی طریقے سے اب یہ نظام قائم ہو سکتا ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہر شخص اپنی ذات میں اللہ کا خلیفہ بنے پھر اپنے گھر اور دائرہ اختیار میں خلافت کا حق ادا کرے اور جو لوگ یہ دو مرحلے طے کر لیں انہیں بنیان مرصوص بنا کر ایک نظم میں پرو دیا جائے اور پھر یہی لوگ باطل کے ساتھ ٹکرا جائیں، میدان میں آکر منکرات کو چیلنج کریں اور اپنے سینوں میں گولیاں کھائیں۔"

(پاکستان میں نظام خلافت۔ امکانات، خدوخال اور اس کے قیام کا طریق صفحہ 132 انجمن خدام القرآن لاہور 1993ء)

9۔ "حزب التحریر" نامی تنظیم کی طرف سے مورخہ 13/ اپریل 2003ء کو ایک پمفلٹ اسلام آباد میں تقسیم کیا گیا جس کا عنوان تھا۔ "حزب التحریر کی پکار" صرف خلافت کے ذریعہ ہی تم فتح حاصل کرو گے۔"

اس میں لکھا گیا ہے کہ:

"اے مسلمانو! کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم اپنے معاملات پر غور کرو اور اس بات کو جان لو کہ اس تہہ در تہہ ظلمت سے نکالنے والا صرف نظام خلافت ہی ہے"

کیا تم سبحانہ و تعالیٰ کی تصدیق نہیں کرتے جب وہ تمہارے لئے بیان کرتا ہے کہ تم کو کس طرح عزت اور نصرت ملے گی۔ "بلاشبہ تمام کی تمام عزت اللہ کے لئے ہی ہے۔" اور ارشاد باری تعالیٰ ہے "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔" "پس تم اللہ کی مدد کرو، خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے شریعت کو نافذ کرو، تب ہی تمہیں فتح اور عزت ملے گی۔"

آگے چل کر لکھا گیا کہ:

”خلافت کے ساتھ تم معتصم کی سیرت کو زندہ کرو گے۔ تم مدد کے لئے بچوں کی چیخ وپکار کا جواب دے سکو گے جن کو کفار نے عراق کی دشمنی میں ذلیل وخوار کر رکھا ہے اور ان کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ مدد کے لئے اپنے ہاتھ دراز کریں اور یہ منظر دلوں کو چیر دیتا ہے۔ ان بچوں کے چہروں سے معصومیت ٹپکتی ہے جبکہ خوف ان کے دلوں میں بس گیا ہے۔

خلافت کے ذریعے تم اپنے دشمن کے قتال کے لئے نکلو گے۔ تمہارا خلیفہ لڑائی میں تمہاری قیادت کرے گا نہ کہ فرار میں۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم اس کی قیادت تلے قتال کرو گے اور وہ تمہیں ایک فتح سے دوسری فتح تک لے جائے گا نہ کہ ایک شکست سے دوسری شکست تک۔

اے مسلمانو! خلافت کو قائم کرو تم عزت پاؤ گے۔ اس کو زندہ کرو گے تو کامیاب رہو گے۔ ورنہ تم تہہ در تہہ ظلمت میں گرتے چلے جاؤ گے اور اس وقت پشیمان ہو گے جب بہت دیر ہو چکی ہو گی۔ تب اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جو تم سے بہتر ہو گی جو کہ اللہ کے وعدے کو پورا کرے گی۔“

10۔ جناب واصف علی واصف یا الٰہی! یا الٰہی! کے زیر عنوان اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”یا الٰہی! ہمیں لیڈروں کی یلغار سے بچا ہمیں ایک قائد عطا فرما، ایسا قائد جو تیرے حبیب کے تابع فرمان ہو۔ اس کی اطاعت کریں تو تیری اطاعت کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔“

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 26 نومبر 1991ء)

11۔ ماہنامہ ”سبق پھر پڑھ“ اچھرہ لاہور کے مدیر چوہدری رحمت علی صاحب لکھتے ہیں:

”حیرت وتاسف تو اس بات پر ہے کہ آج کی دنیا میں صرف کفار ومشرکین ہی طاغوتی نظاموں کی سرپرستی نہیں کر رہے مسلمان بھی خلافت سے منہ موڑ کر ایسی ہی من مرضی کی حکومتیں رواں دواں رکھے ہوئے

ہیں۔اس میں کیا شک کہ قرآن وسنت کے مطابق پوری اسلامی دنیا کا صرف ایک ہی خلیفہ (سربراہ) ہوسکتا ہے۔

حل ایک ہی ہے کہ خلافت کی گاڑی جہاں سے پٹڑی سے اتری تھی وہیں سے اسے پھر پٹڑی پر ڈال دیا جائے۔واضح اور دوٹوک تشخیص کے بعد امت کے تمام دکھوں کے لئے ایک ہی شافی نسخہ ہے کہ خلافت کو اس دنیا میں پھر بحال کر دیا جائے۔وقت گزرتا جارہا ہے۔ہمارے محترم بھائی جو آج کسی نہ کسی طور امت کی قیادت پر متمکن ہیں اور وہ جہالت کے سرداروں کی طرف باہم دگر رہتے ہیں، خلافت کو بحال کرنے کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔پھر قائدانہ مناصب پر ہوتے ہوئے ان کے لئے بحالی خلافت کا کام قدرے آسان بھی ہے۔لہٰذا وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے سے پہلے اگر یہ کام کر جائیں تو ان شاءاللہ قیامت کے دن اپنے رب کے ہاں سرخرو ہوں گے۔“

(ماہنامہ ”سبق پھر پڑھ“ جلد 2 شمارہ 8 اگست 1992ء صفحہ 16)

12۔ فروری 1947ء میں مسلم سربراہان کی کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی۔اس تاریخی موقعہ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی ایڈیٹر صدق جدید نے ”خلافت کے بغیر اندھیرا“ کا عنوان دے کر ایک نہایت بصیرت افروز مضمون لکھا۔مولانا موصوف لکھتے ہیں:

”اتنے تفرق وتشتت کے باوجود کبھی کسی کا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ عراق کا منہ کدھر اور شام کا رخ کس طرف ہے؟ مصر کدھر اور حجاز اور یمن کی منزل کونسی ہے اور لیبیا کی کونسی؟ ایک خلافت اسلامیہ آج ہوتی تو اتنی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں آج مملکت اسلامیہ کیوں تقسیم در تقسیم ہوتی؟ ایک اسرائیل کے مقابل پر سب کی الگ الگ فوجیں کیوں لانا پڑتیں۔ترک اور دوسرے فرمانروا آج تک تنسیخ خلافت کی سزا بھگت رہے ہیں اور خلافت کو چھوڑ کر قومیتوں کا جو افسوس شیطان نے کان میں پھونک دیا وہ دماغوں سے نہیں نکالتے۔“

(روزنامہ صدق جدید لکھنؤ یکم مارچ 1947ء)

مگر ان بد نصیبوں کو کون بتائے کہ خلفاء کا تقرر خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے اور یہ نعمت عظمیٰ ان لوگوں کے لئے رکھی ہے جو آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَالِحَاتِ کے مصداق ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ایک غلام اور عاشق صادق اور آپ کی پیروی اور غلامی سے امتی نبوت کا درجہ پانے والے بانی سلسلہ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام سے اپنے آپ کو منسوب کیا اور خدا تعالیٰ نے ان کو نعمت خلافت سے نوازا۔

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 03 ستمبر 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے انتخاب کا مبارک مقام



جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

(قسط2)

خلیفہ کا مقام اور مرتبہ

روحانی دنیا میں سب سے اعلیٰ وارفع اور بڑا مقام نبی اور رسول کا ہوتا ہے۔ خلیفہ چونکہ نبی کا جانشین اور قائمقام ہوتا ہے اور نبی کے انوار و برکات خلیفہ میں منعکس ہوتے ہیں اور خلیفہ کا وہی کام ہوتا ہے۔ جو نبی کا ہوتا ہے۔ لہٰذا نبی کے بعد خلیفہ کا مقام ہوتا ہے۔

حضرت سید شاہ اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ نے اپنی مشہور کتاب ''منصب امامت'' میں خلافت راشدہ کے مقام و مرتبہ کے بارہ میں بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:
''نکتہ دوم، خلیفہ ٔ راشد سایہ ٔ رب العالمین، ہمسایہ ٔ انبیاء مرسلین، سرمایہ ٔ ترقی دین اور ہم پایہ ٔ ملائکہ مقربین ہے۔ دائرۂ امکان کا مرکز، تمام وجوہ سے باعث فخر اور ارباب عرفان کا افسر ہے۔ دفتر انسی کا سر ہے۔ اس کا دل تجلیٔ رحمان کا عرش اور اس کا سینہ رحمتِ وافرہ اور اقبال جلالتِ یزداں کا پرتَو ہے۔ اس کی مقبولیت جمال ربانی کا عکس ہے اس کا قہر تیغ قضاء اور مہر عطیات کا منبع ہے اس سے اعراض، معارضہ ٔ تقدیر اور اس کی مخالفت، مخالفت رب قدیر ہے۔ جو کمال اس کی خدمت گزاری میں صرف نہ ہو، خیال ہے پُر از خلل اور جو علم اس کی تعظیم و تکریم کے بیان میں نہ لایا گیا، سراسر وہم باطل و محال ہے۔ جو صاحب کمال اس کے ساتھ اپنے کمال کا موازنہ کرے وہ مشارکت حق تعالیٰ پر مبنی ہے۔ اہلِ کتاب کی علامت یہی ہے کہ اس کی

خدمت میں مشغول اور اس کی اطاعت میں مبذول رہیں۔اس کی ہمسری کے دعویٰ سے دستبردار رہیں اور اسے رسول ﷺ کی جگہ شمار کریں۔

نکتہ سوم خلیفۂ راشد نبی حکمی ہے۔ گو وہ فی الحقیقت پایۂ رسالت کو نہیں پہنچا لیکن منصب خلافت احکام انبیاء اللہ کے ساتھ منسوب ہوا"

(منصب امامت صفحہ 121-122 از شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ مترجم حکیم محمد حسین نقوش پریس لاہور اکتوبر 1994ء آئینہ ادب چوک مینار انار کلی لاہور)

خلیفۂ راشد اور باقی صلحاء میں نسبت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
"امام، رسول کے سعادت مند فرزند کی مانند ہے۔ تمام اکابر امت و بزرگان ملت ملازموں اور خدمتگاروں اور جاں نثار غلاموں کی مانند ہیں۔ پس جس طرح تمام اکابر سلطنت وارکان مملکت کے لئے شہزادۂ والہ قدر کی تعظیم ضروری اور اس سے توسل واجب ہے اور اس سے مقابلہ کرنا نمک حرامی کی علامت اور اس پر مفاخرت کا اظہار بدانجامی پر دلالت کرتا ہے۔ایسا ہی ہر صاحب کمال کے حضور میں تواضع اور تذلل سعادت دارین کا باعث ہے اور اس کے حضور میں اپنے علم و کمال کو کچھ سمجھ بیٹھنا دونوں جہان کی شقاوت ہے۔اس کے ساتھ یگانگت رکھنا رسول سے یگانگت ہے اور اس سے بیگانگی ہو تو خود رسول سے بیگانگی ہے۔

اسی طرح فرمایا کہ خلیفہ راشد سب کا مطاع ہے۔ لکھتے ہیں کہ:
"خلیفۂ راشد رسول کے فرزند ولی عہد کی بجائے اور دوسرے ائمہ دین بمنزلہ دوسرے بیٹوں کے۔ پس جیسا کہ تمام فرزندوں کی سعادتمندی کا تقاضا یہی ہے کہ جس طرح وہ مراتب پاسداری و خدمت گزاری اپنے باپ کے حق میں ادا لاتے ہیں۔وہ بتمامہ اپنے باپ کے جانشین بھائی سے بجالائیں۔اور اسے اپنے باپ کی جگہ شمار کریں اور اس کے ساتھ مشارکت کا دم نہ بھریں۔"

(منصب امامت از شاہ اسمٰعیل شہید صفحہ 86-87 اکتوبر 1994ء نقوش پریس لاہور)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خلیفہ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''نبوت کے بعد سب سے بڑا عہدہ یہ (خلافت) ہے ایک شخص نے مجھے کہا کہ ہم کوشش کرتے ہیں تا گورنمنٹ آپ کو کوئی خطاب دے میں نے کہا کہ یہ خطاب کوئی ایک معمولی خطاب ہے۔ میں شہنشاہ عالم کے عہدہ کو بھی خلافت کے مقابلہ میں ادنیٰ سمجھتا ہوں۔''

(انوار العلوم جلد 9 صفحہ 425 از حضرت مصلح موعودؓ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

خلیفہ کے اختیارات

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ نبی کا قائمقام ہوتا ہے اور اس کا کام نبی کے پروگراموں کو آگے بڑھانا ہے۔ لہٰذا ظلی طور پر خلیفۂ راشد کو وہ تمام اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو کسی نبی کو حاصل ہوتے ہیں۔ خلیفۂ وقت کے اختیارات کی عملی صورت کو بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام میں یہ نظام خلافت ایک نہایت عجیب و غریب بلکہ عدیم المثال نظام ہے۔ یہ نظام موجود الوقت سیاسیات کی اصطلاح میں نہ تو پوری طرح جمہوریت کے نظام کے مطابق ہے اور نہ ہی اسے موجودہ زمانہ کی ڈکٹیٹر شپ کے نظام سے تشبیہ دے سکتے ہیں بلکہ یہ نظام ان دونوں کے بین بین ایک علیحدہ قسم کا نظام ہے۔ جمہوریت کے نظام سے تو وہ اس لئے جدا ہے کہ جمہوریت میں صدر حکومت کا انتخاب میعادی ہوتا ہے مگر اسلام میں خلیفہ کا انتخاب میعادی نہیں بلکہ عمر بھر کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرے جمہوریت میں صدر حکومت بہت سی باتوں میں لوگوں کو مشورہ کا پابند ہوتا ہے مگر اسلام میں خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم تو بے شک ہے مگر وہ اس مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں۔ بلکہ مصلحت عامہ کے ماتحت اسے رد کر کے دوسرا طریق اختیار کر سکتا ہے۔ دوسری طرف یہ نظام ڈکٹیٹر شپ سے بھی مختلف ہے کیونکہ اول تو ڈکٹیٹر شپ میں میعادی اور غیر میعادی کا سوال نہیں ہوتا اور دونوں صورتیں ممکن ہوتی ہیں۔ دوسرے ڈکٹیٹر کو عموماً کلی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ حسب ضرورت پرانے قانون کو بدل کر نیا قانون جاری کر سکتا

ہے مگر نظام خلافت میں خلیفہ کے اختیارات بہر صورت شریعت اسلامی اور نبی متبوع کو ہدایات کی قیود کے اندر محدود ہیں۔ اسی طرح ڈکٹیٹر مشورہ لینے کا پابند نہیں مگر خلیفہ کو مشورہ لینے کا حکم ہے۔

الغرض خلافت کا نظام ایک نہایت ہی نادر اور عجیب و غریب نظام ہے جو اپنی روح میں تو جمہوریت کے قریب تر ہے مگر ظاہری صورت میں ڈکٹیٹر شپ سے زیادہ قریب ہے۔ مگر وہ حقیقی فرق جو خلافت کو دنیا کے جملہ نظاموں سے بالکل جدا اور ممتاز کر دیتا ہے وہ اس کا دینی منصب ہے۔ خلیفہ ایک انتظامی افسر ہی نہیں بلکہ نبی کا قائم مقام ہونے کی وجہ سے اسے ایک روحانی مقام بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ نبی کی جماعت کی روحانی اور دینی تربیت کا نگران ہوتا ہے اور لوگوں کے لئے اسے عملی نمونہ بننا پڑتا ہے اور اس کی سنت سند قرار پاتی ہے۔ پس منصب خلافت کا یہ پہلو نہ صرف اسے دوسرے تمام نظاموں سے ممتاز کر دیتا ہے بلکہ اس قسم کے روحانی نظام میں میعادی تقرر کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 308-309 از حضرت مرزا بشیر احمدؓ شائع کردہ نظارت تالیف و تصنیف قادیان دسمبر 1939ء)

خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کے اختیارات کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت میں فرمایا:

"اسلامی اصول کے مطابق یہ صورت ہے کہ جماعت خلیفہ کے ماتحت ہے اور آخری اتھارٹی جسے خدا نے مقرر کیا ہے اور جس کی آواز آخری آواز ہے وہ خلیفہ کی آواز ہے۔ کسی انجمن، کسی شوریٰ یا کسی مجلس کی نہیں ہے۔ خلیفہ کا انتخاب ظاہری لحاظ سے بے شک تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ تم اس کے متعلق دیکھ سکتے ہو اور غور کر سکتے ہو مگر باطنی طور پر خدا کے اختیار میں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے خلیفہ ہم قرار دیتے ہیں اور جب تک تم لوگ اپنی اصلاح کی فکر رکھو گے ان قواعد اور اصولوں کو نہ بھولو گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ضروری ہیں تم میں خدا خلیفہ مقرر کرتا رہے گا اور اسے وہ عظمت حاصل ہوگی جو اس کام کے لئے ضروری ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ 7 اپریل 1925ء صفحہ 24)

خلیفہ وقت سے بحث وجدال جائز نہیں

خلیفہ وقت کو خدا مقرر کرتا ہے۔ لہٰذا خلیفہ وقت کے ساتھ بحث وجدال کرنا گویا کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بحث کرنا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کی فضیلت امام کی اطاعت میں ہے۔ جیسا کہ حضرت المصلح الموعودؓ فرماتے ہیں:

”یاد رکھو کہ ایمان کسی خاص چیز کا نام نہیں بلکہ ایمان نام ہے اس بات کا کہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نمائندہ کی زبان سے جو بھی آواز بلند ہو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔

۔۔۔۔ہزار دفعہ کوئی شخص کہے کہ میں مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں، ہزار دفعہ کہے کہ میں احمدیت پر ایمان رکھتا ہوں، خدا کے حضور ان دعووں کی کوئی قیمت نہیں ہو گی۔ جب تک وہ اس شخص کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہیں دیتا جس کے ذریعہ خدا اس زمانہ میں اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔ جب تک جماعت کا ہر شخص پاگلوں کی طرح اس کی اطاعت نہیں کرتا اور جب تک اس کی اطاعت میں اپنی زندگی کا ہر لحہ بسر نہیں کرتا اس وقت تک کسی قسم کی فضیلت اور بڑائی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔“

(الفضل 15/نومبر 1946ء)

وہی اسکیم وہی تجویز اور تدبیر مفید ہے س کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

”خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی بات نکلے اس وقت سب اسکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی اسکیم وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام اسکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 24 جنوری 1936ء الفضل 31 جنوری 1936ء)

اسی طرح آپؓ نے فرمایا:

”اگر تم کامل طور پر اطاعت کرو تو مشکلات کے بادل اُڑ جائیں گے۔ تمہارے دشمن زیر ہو جائیں گے اور فرشتے آسمان سے تمہارے لئے ترقی والی نئی زمین اور تمہاری عظمت و سطوت والا نیا آسمان پیدا کریں گے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ کامل فرمانبرداری کرو جب تم سے مشورہ مانگا جائے مشورہ دو ورنہ چپ رہو۔ ادب کا مقام یہی ہے لیکن اگر تم مشورہ دینے کے لئے بیتاب ہو تو بغیر پوچھے بھی دے دو۔ مگر عمل وہی کرو جس کی تم کو ہدایت دی جائے ہاں صحیح اطلاعات دینا ہر مومن کا فرض ہے اور اس کے لئے پوچھنے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ باقی عمل اس کے بارہ میں تمہارا فرض صرف یہی ہے کہ خلیفہ کے ہاتھ اور اس کے ہتھیار بن جاؤ۔ تب ہی برکت حاصل کر سکو گے اور سب کامیابی نصیب ہو گی۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی توفیق بخشے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان 4 ستمبر 1937ء)

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی معروف تصنیف منصب امامت میں جیسا کہ عنوان کتاب سے ظاہر ہے خلیفہ کے مقام و مرتبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لازم ہے کہ احکام کے اجراء اور مہمات کا انجام امام کے سپرد کیا جائے اور اس سے قیل و قال اور بحث وجدال نہ کی جائے اور کسی مہم میں خود بخود اقدام نہ کیا جائے۔ اس کے حضور میں زبان بند رکھیں اور اپنی رائے سے سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی طرح بھی اس کے سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔“

(منصب امامت صفحہ 129 از شاہ اسمٰعیل شہید مترجم حکیم محمد حسین علوی مطبوعہ حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور)

قرب خداوندی کے لئے خلیفہ وقت کی اطاعت ضروری ہے

نیز فرمایا: ”امام وقت سے سرکشی اور روگردانی گستاخی کا باعث ہے اور اس کے ساتھ بلکہ خود رسول کے ساتھ ہمسری ہے اور خفیہ طور پر خود رب العزت پر اعتراض ہے کہ ایسے ناقص شخص کو کامل شخص کی

نیابت کا منصب عطا ہوا۔ الغرض اس کے توسل کے بغیر تقرب الٰہی محض وہم و خیال ہے جو سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔"

(منصب امامت صفحہ 111 از شاہ اسمٰعیل شہید مترجم حکیم محمد حسین علوی مطبوعہ حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور)

خلیفہ وقت کے ساتھ بحث و تمحیص میں پڑنا سوءِ ادب ہے اور خلیفہ وقت کے ساتھ فیصلہ کو تسلیم کرنے میں ہی برکت ہے۔ جیسا کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ فرماتے ہیں: "ایک ان میں سے تعیین احکام کا اجرا بذمہ امام ہے۔ مثلاً اگر کسی وقت کوئی مقدمہ سیاست سے پیش آئے یا مہمات دین سے کوئی مہم ظاہر ہو تو اگر امت میں پیغمبر موجود ہو تو ان کو لائق نہیں کہ اس پر سبقت کریں یا قیل و قال شروع کر دیں یا آپس میں مشورہ کر کے کسی حکم کی تعیین کر لیں اور اپنی عقل و تدبیر اور رائے و قیاس کو دوڑائیں۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ آپ اس مقدمہ میں سکونت اختیار کریں اور اس مقدمہ کو پیغمبر کے حضور میں پہنچائیں اور منتظر رہیں کہ اس مقدمہ میں پیغمبر کیا حکم صادر فرماتا ہے اور کس طریق سے بیان فرماتا ہے۔ الغرض حکومت پیغمبر کا منصب ہے اور اطاعت امت کا مرتبہ ہے چنانچہ ارشاد باری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

(الحجرات:2)

اے ایمان والو! اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

نیز فرمایا: "اسی طرح لازم ہے کہ احکام کا اجراء اور مہمات کا انجام امام کے سپرد کیا جائے اور اس سے قیل و قال اور بحث و جدال نہ کی جائے۔ اور کسی مہم میں خود بخود اقدام نہ کیا جائے۔ اس کے حضور میں زبان بند رکھیں اور اپنی رائے سے سرانجام مقدمات میں دخل نہ دیں اور کسی طرح بھی اس کے سامنے استقلال کا دم نہ ماریں۔"

(منصب امامت صفحہ 150-151 از شاہ اسمٰعیل شہیدؒ بار دوم 1969ء نقوش پریس لاہور)

خلیفہ خدا بناتا ہے

قرآن کریم، احادیث رسول ﷺ اور اقوال صحابہ وبزرگان امت اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے ثابت ہے کہ ”خلیفہ خدا بناتا ہے“ پس اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا اس بارہ میں کیا فرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتا ہے۔ ابتدائے آفرینش کے وقت خدا تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ خلیفہ بنانا میرا کام ہے اور جب میں خلیفہ بناتا ہوں تو انسان تو ایک طرف رہے فرشتوں کو بھی حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کے لئے سجدہ کریں۔ فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ:31)

”اے لوگو! سنو اور توجہ سے سنو! کہ مَیں خدا ہی زمین میں خلیفہ بناتا ہوں۔“ تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے کہ جن کو خدا نے خلیفہ بنایا ان ہی کی خلافت کو استحکام حاصل ہوا اور انہی کے ذریعہ دین کو تمکنت حاصل ہوئی۔ حضرت رسول مقبول ﷺ کی امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ

(النور:56)

اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے وہ ضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہایت وضاحت سے اس بات کی صراحت کر رہا ہے کہ خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے اور امت مسلمہ میں بھی خلافت کے منصب کو وہ خود ہی قائم فرمائے گا اور اس منصب کا جس کو وہ سزاوار اور اہل سمجھے گا اسے خود ہی اس منصب پر فائز فرمائے گا۔ پھر ان خلفاء کے مقرر کرنے کی غرض یہ بیان فرماتا ہے

وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا

(النور:56)

یعنی ان خلفاء کے ذریعے دین کو ضرور مضبوط کرتا ہے اور ضرور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دیتا ہے۔

تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ اگرچہ حضرت رسول کریم ﷺ کے وصال پر صحابہؓ کا اجتماع ہوا، مشورہ ہوا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب خلافت کے منصب کے لئے ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک یہ انتخاب مومنوں نے کیا لیکن ابو بکر صدیقؓ کو خلافت کے جلیل القدر منصب پر میں نے ہی فائز کیا اور انہیں خلیفہ میں نے ہی بنایا۔ ساری امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے مصداق سب سے اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ ہوئے اور خدا تعالیٰ نے ان کی خلافت کے قیام کو اپنی طرف نسبت دی۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ضرور وہ خود ان نیک لوگوں میں سے کسی کو خلیفہ بنائے گا اور ان کے دین کو وہ تمکنت، استحکام اور عظمت بخشے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ:

”تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا: وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔“

پس خلیفہ بنانے کی نسبت، خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی طرف ہی کی ہے خواہ وہ خلیفہ نبی ہو یا غیر نبی۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم خلیفہ بناتے ہیں۔ خلیفہ بنانا انسانوں کا کام نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں خدا کے رسول اور نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے۔

احادیث نبویہ ؐ

(1) حضرت عائشہؓ جو حضرت رسول کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور علم دین کی نابغہ تھیں اور جن سے دین کے علم کو سیکھنے کا ارشاد خود حضور ﷺ نے فرمایا۔ ان کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے ایک دفعہ ایک ذکر فرمایا:

لَقَدْ هَمَمْتُ اَوْ اَرَادتُ اَنْ اُرْسِلَ اِلیٰ اَبِی بَکْرٍ وَابْنِهٖ فَاَعْهَدُاَنْ یَقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ یَتَمَنَّی الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ یَأْبَی اللّٰهُ وَیَدْفَعُ الْمُؤمِنُونَ اَوْیَدْفَعُ اللّٰهُ وَیَاْبَی الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف)

میں نے ارادہ کیا تھا کہ ابو بکرؓ اور ان کے بیٹے کو بلا کر ان کے حق میں خلافت کی تحریر لکھ دوں تا کہ میری وفات کے بعد دوسرے لوگ خلافت کی خواہش لے کر نہ کھڑے ہو جائیں اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں حضرت ابو بکرؓ کی نسبت زیادہ خلافت کا حقدار ہوں۔ مگر پھر میں نے اس خیال سے اپنا ارادہ ترک کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہ ہو گا اور نہ ہی مومنوں کی جماعت کسی اور شخص کی خلافت کو قبول کرے گی۔

اس حدیث نبویؐ سے واضح ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حق میں اس لئے وصیت نہیں لکھوائی کہ آپؐ جانتے تھے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور وہ خود مومنوں کے دلوں میں القاء کرے گا کہ حضرت ابو بکرؓ کے سوا کسی کو قبول نہ کریں۔ کیونکہ مومنین خدا کی مرضی کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتے۔ چنانچہ آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کا منشاء تھا۔

(2) حضرت حفصہؓ نے روایت کی ہے جو حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ اور نہایت زیرک خاتون تھیں۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا:

اِنَّ اَبَابَکْرٍ یَلِی الْخِلَافَۃُ مِنْ بَعْدِی ثُمَّ بَعدَهُ اَبُوْکَ فَقَالَتْ مَنْ اَنْبَاَکَ یَارَسُولَ اللّٰهِ قَالَ نَبَّاَنِیَ العَلِیْمُ الخَبِیرُ۔

(تفسیر قمی)

کہ میرے بعد ابو بکرؓ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تمہارے باپ خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ حضور آپ کو کیسے علم ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ علیم و خبیر خدا تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ اس طرح ہو گا۔

یہ حدیث شیعہ اصحاب کی مشہور کتاب تفسیر قمی میں بیان ہوئی ہے۔ حضور پُر نور کے ان ارشادات سے واضح ہے کہ خلیفہ خدا تعالیٰ بناتا ہے اور اس قادر و توانا ہستی نے حضورؐ کو قبل از وقت اس بات سے آگاہ فرما دیا تھا کہ آپؐ کی وفات کے بعد پہلا خلیفہ حضرت ابو بکرؓ کو بناؤں گا اور پھر حضرت عمرؓ کو۔

(3) حضرت عثمانؓ جو حضرت رسول اکرم ﷺ کے جلیل القدر بزرگ صحابی اور خلیفہ ثالث تھے۔ ان سے حضورؐ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادَکَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی خَلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ اَبَدًا

(مسند احمد بن حنبل حدیث نمبر 23427)

اے عثمان! یقیناً تجھے اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافق اس قمیص کو اتارنے کی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز نہ اتارنا۔

ظاہر ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث میں حضرت عثمانؓ کو یہ بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں خلافت کا جامہ پہنائے گا اور منافقین کا طبقہ اس جامہ کو اتارنے کا مطالبہ کرے گا لیکن تم نے ہرگز ہرگز اس جامہ کو نہیں اتارنا۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کیسا واضح ہے کہ خلافت کی قمیص تمہیں خدا تعالیٰ پہنائے گا۔ اس قمیص کی عظمت و احترام کا یہ تقاضا ہو گا کہ دشمن خواہ کچھ کریں تم نے ان کی طرف سے معزول کئے جانے کے مطالبہ کو تسلیم نہیں کرنا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کو منصب خلافت پر فائز فرمایا۔ منافقوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ خلافت کے معزز جامہ کو آپؓ سے اتروالیں مگر خدا تعالیٰ کے

برگزیدہ بندہ نے جان دینی قبول کرلی لیکن قمیص خلافت کو جو خدا تعالیٰ نے خود پہنائی تھی اسے اتارنا گوارا نہ کیا اور رسول کریم ﷺ کی ہدایت پر پورا پورا عمل کر دکھایا۔

ان احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ خلافت کے منصب کے متعلق یہی سمجھتے تھے کہ یہ منصب میرے بعد خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے اور جسے وہ اس مقام کا اہل سمجھے گا اسے ہی اس مقام پر فائز فرمائے گا۔

خلفاءراشدین کا نظریہ

اب ہم حضورؐ کے جلیل القدر صحابہؓ اور آپؐ کے خلفاء کے نظریہ پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ ان کا اس بارہ میں کیا عقیدہ تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور تاریخ نے اسے محفوظ کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کے تمام خلفاء اس ایمان پر قائم تھے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور اس عالی منصب پر تقرری دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتی ہے۔

1۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں:

وَقَدِ اسْتَخْلَفَ اللهُ عَلَيْكُمْ خَلِيْفَةً لِيَجْمَعْ بِهٖ الْفِيْتِكُ وَيُقِيمُ بِهٖ كَلِمَتِكُمْ

کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر ایک خلیفہ مقرر کیا ہے تا کہ تمہاری باہمی الفت واخوت کے ذریعہ شیرازہ بندی ہو اور اس کے ذریعہ تمہارا کام قائم رہے۔

(دائرۃ المعارف مطبوعہ مصر جلد 3 صفحہ 758)

حضرت ابو بکرؓ کو تو علم تھا کہ حضورؐ کی وفات کے بعد لوگوں کا اجتماع ہوا، مشورہ ہوا، اختلاف ہوا اور پھر صحابہؓ نے آپؓ کی بیعت خلافت کرلی۔ بایں ہمہ حضرت ابو بکرؓ خدا تعالیٰ کے رسولؐ کا پیارا ساتھی، دکھ سکھ میں ساتھ رہنے والا، سب سے اول ایمان لانے والا، خدائی حکمتوں اور خدائی باتوں کو خدا کے رسولؐ کے بعد

سب سے زیادہ سمجھنے والا یہ اعلان کرتا ہے کہ قَدِاستَخْلَفَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ کہ خدا تعالیٰ نے تم پر مجھ کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔

2۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

مَنْ اَرَادَاَنْ یَّسئَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْیَاتِنِیْ فَاِنَّہٗ جَعَلَنِیْ خَازِناً وَقَاسِماً۔

(تاریخ عمر بن الخطاب صفحہ 87)

جس شخص نے مال کے متعلق سوال کرنا ہے تو وہ میرے پاس آئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنا کر قوم کے مال کا خازن مقرر فرمایا ہے اور اس کو تقسیم کرنے کا حق بخشا ہے۔

حضرت عمرؓ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ وہ اس پر قائم تھے کہ خدا تعالیٰ نے انہیں خلیفہ مقرر فرمایا ہے اور کسی انسان نے انہیں خلیفہ نہیں بنایا۔ یہ تقرری خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی۔ یہ درست ہے کہ یہ تقرری حکمت الٰہیہ کے ماتحت بالواسطہ ہوئی تھی بایں ہمہ حضرت عمرؓ یہی سمجھتے اور اسی نظریہ پر قائم تھے کہ اس منصب خلافت پر اللہ تعالیٰ نے ہی آپؓ کو فائز فرمایا۔

3۔ حضرت عثمانؓ کا بھی یہی مذہب تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں:

(الف) ثُمَّ اسْتَخْلَفَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ فَوَاللّٰہِ مَاعَصَیْتُہٗ وَلَاغَشَشْتُہٗ

(بخاری کتاب ہجرۃ الحبشہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ مقرر فرمایا اور خدا تعالیٰ کی قسم میں نے ان کی پوری پوری اطاعت کی۔ میں نے نہ تو کبھی آپؓ کی نافرمانی کی اور نہ ہی آپؓ کو دھوکا دیا۔

(ب) باغیان خلافت نے جب فتنہ پیدا کیا اور خلافت کے منصب کی توہین کے لئے کمربستہ ہو گئے اور حضرت عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے الگ ہو جائیں تو خدا تعالیٰ کے اس محبوب بندے نے بڑے زور اور پوری قوت سے ان کے مطالبہ کو رد کرتے ہوئے کہا کہ:۔

مَاكُنْتُ لِاَخْلَعَ سَرَبًالَاسَرْبَلِنِيْهِ اللهِ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ

(طبری جلد 5 صفحہ 121، از ابی جعفر محمد بن جریر الطبری)

میں کبھی بھی اس رداء خلافت کو جو عزت و جلال والے خدا نے مجھے پہنائی، نہیں اتاروں گا۔

اگر حضرت عثمانؓ کا یہ مذہب اور ایمان نہ ہوتا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو کس طرح ممکن تھا کہ ایسے خطرناک حالات میں جب ان کی جان کو خطرہ سامنے تھا اس جرأت سے اظہار کرتے اور فرماتے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اور میں اس کی قدر کرتا ہوں۔ میں اس کی بے حرمتی کا مرتکب نہیں ہو سکتا اور اس منصب سے ہرگز ہرگز الگ نہیں ہو سکتا۔

صلحاء امت اور خلافت

امت کے گزشتہ صلحاء بھی اس بات کے قائل تھے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور اگرچہ بظاہر لوگوں کے ذریعہ اس کا انتخاب عمل میں آتا ہے لیکن ان کے دلوں میں اس بات کا الہام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کریں جسے خدا تعالیٰ خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ ”آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ خلفاء کو مقرر فرماتا ہے۔ جب اصلاح عالم کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت سمجھتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں الہاماً ڈال دیتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو خلیفہ منتخب کریں جسے خدا تعالیٰ خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔“

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء جلد 1 صفحہ 9 از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات

اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم و تلقین کو، جو امت کے لئے حکم و عدل ہیں ہم جب دیکھتے ہیں تو اس سے یہ بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ بنانا انسانوں کا کام نہیں بلکہ یہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے خود اپنے بعد کیوں کسی خلیفہ کے متعلق وصیت نہ کر دی؟ اس سوال کے جواب میں خدا تعالیٰ کے مسیح نے جو حکم و عدل کی حیثیت سے مامور تھے کیا خوب فرمایا:

”آنحضرت ﷺ نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس میں بھید تھا کہ آپؐ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس کام کے واسطہ خلیفہ بنایا اور سب سے اوّل انہی کے دل میں ڈالا۔“

(الحکم 4 اپریل 1908ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ کی حقیقت کو الم نشرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھادے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی ہے (حضورؑ نے الہام الٰہی سے اپنی وفات کی خبر سے جماعت کو آگاہ فرمایا تھا۔ ناقل) غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔“

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305-306)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک قدرت ثانیہ سے مراد خلافت ہی ہے۔ چنانچہ اسی رسالہ الوصیت میں حضورؑ نے فرمایا ہے:

''جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہوگئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہوگئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔''

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت وضاحت سے یہاں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو قدرت ثانیہ قرار دیا ہے۔ گویا دوسری قدرت کا نام قرآنی اصطلاح میں آپؑ کے نزدیک خلافت ہی ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس کلام میں یہ بھی وضاحت فرما دی کہ خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے کہ وہ دوسری قدرت کو بھیجے اور یہ دوسری قدرت نبی کی وفات کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور جب تک میں نہ جاؤں دوسری قدرت یعنی خلافت نہیں آسکتی۔

پھر اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ آپ خدا تعالیٰ کی ایک قدرت ہیں اور دوسری قدرت کے کئی مظاہر آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہوتے رہیں گے۔ فرماتے ہیں:

''میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو۔۔۔ تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھا دے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔''

(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

''نبی کے بعد خلیفہ بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے اس کے دل میں حق ڈالا جاتا ہے۔ جب کوئی

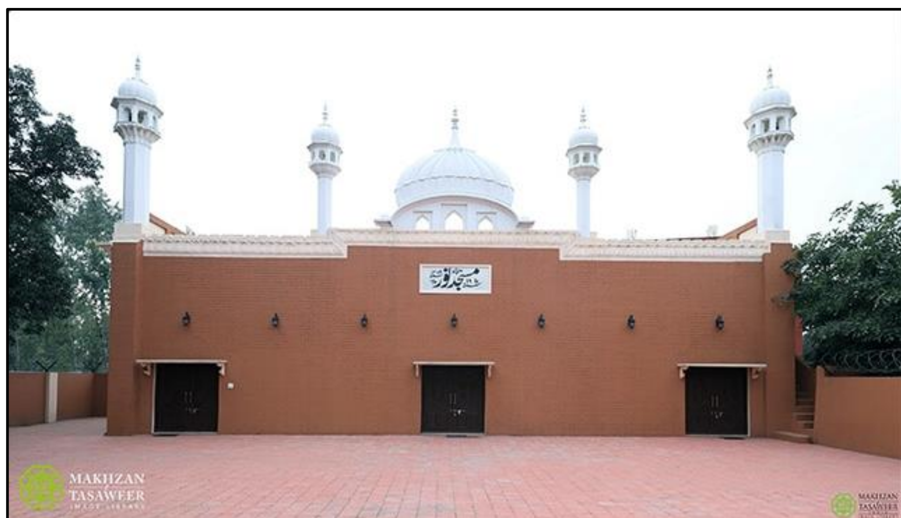
رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں تو دنیا پر ایک زلزلہ آجاتا ہے اور وہ بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے اور پھر گویا اس امر کا از سر نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح واستحکام ہوتا ہے۔

آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمادے گا کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اوّل حق انہی کے دل میں ڈالا۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 525-526 نیا ایڈیشن)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 10 ستمبر 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے انتخاب کا مبارک مقام



جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

(قسط3)

خلفاء سلسلہ کے ارشادات

اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء کے ارشادات پر نگاہ ڈالتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ کے بارے میں ہماری کیا راہنمائی فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت سیدنا و مولانا نور الدینؓ خلیفہ اوّل کے رشد وہدایت سے بھرپور اور حق و صداقت سے معمور کلمات کو لیتے ہیں۔ آپؓ فرماتے ہیں اور کس فیصلہ کن انداز میں فرماتے ہیں:

1۔ ”میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں ہے بلکہ خداتعالیٰ کا کام ہے۔ آدمؑ کو خلیفہ بنایا، کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً“

(بدر 4؍جولائی 1912ء)

2۔ ”خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے میں کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ پس جب میں مر جاؤں گا جس کو خدا چاہے گا خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔“

”تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنادیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔“

(تقریر احمدیہ بلڈنگ لاہور 16-17 جون بدر 4/ جولائی 1912ء)

3۔ پھر حضرت خلیفہ اول مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر فرمایا:
”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے جس طرح پر آدمؑ اور ابو بکرؓ و عمرؓ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا۔“

(بدر 4/ جولائی 1912ء)

4۔ اسی پر بس نہیں بلکہ حضرت خلیفہ اولؓ تو ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ خلیفہ ہم نے بنایا جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:
”مجھے اگر خلیفہ بنایا ہے تو خدا نے بنایا ہے اور اپنے مصالح سے بنایا ہے۔ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔ خدا تعالیٰ نے مجھے معزول کرنا ہو گا تو وہ مجھے موت دے دیگا۔ تم اس معاملہ کو خدا کے حوالے کر دو۔ تم معزولی کی طاقت نہیں رکھتے۔۔۔۔۔ جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہم نے خلیفہ بنایا۔“

(الحکم 21/ جنوری 1914ء)

5۔ پھر فرمایا:
”خلیفہ اللہ ہی بناتا ہے۔ میرے بعد بھی اللہ ہی بنائے گا۔“

(پیغام صلح 24/ فروری 1914ء)

6۔ اسی طرح آپؓ فرماتے ہیں:
”۔۔۔ خلیفہ بنانے کے کام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ جیسا کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام کی خلافت اپنی طرف منسوب کی ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خلفاء کے تقرر کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ پس کیسے ظالم ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ لوگ خلیفہ بناتے ہیں۔ ان کو شرم آنی

چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے۔ انسان بیچارہ ضعیف البنیان کیا طاقت اور کیا سکت رکھتا ہے کہ وہ دوسروں کو بڑا بنا سکے۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللهِ کسی کو بڑا بنانا خدا کے ہاتھ میں ہے، کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ انسان کا علم کمزور، اس کی طاقت اور قدرت محدود اور ضعیف۔ طاقتور مقتدر ہستی کا کام ہے کہ کسی کو طاقت اقتدار عطا کرے اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقرر خلافت کسی انسان کے سپرد نہیں کیا۔"

(ماخوذ از الفضل قادیان دارالامان 10 دسمبر 1913ء)

تمام مذکورہ مسلمات کی رو سے یہ بات بالکل واضح ہے اور اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ خلافت کے عظیم منصب پر جس کو فائز کیا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے ماتحت قدرت ثانیہ کا مظہر ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس منصب پر فائز فرماتا ہے۔ قرآن کریم، اسلام اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ خلفاء کا متفقہ مذہب یہی ہے کہ خلیفہ خدا تعالیٰ بناتا ہے اور باوجود ظاہر انتخاب کے ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں دراصل خدا تعالیٰ کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے اور صرف وہی شخص خلیفہ بنتا ہے اور بن سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ کی ازلی تقدیر اس کام کے لئے پسند کرتی ہے اور اس کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ مسند خلافت پر قدم رکھنے کی جرأت کر سکے۔ اس حقیقت مسلمہ اور واضح کی طرف جماعت کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"خوب یاد رکھو کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور جھوٹا ہے وہ انسان جو کہتا ہے کہ خلیفہ انسانوں کا مقرر کردہ ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ (اپنی) خلافت کے زمانہ میں متواتر اس مسئلہ پر زور دیتے رہے کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے نہ انسان اور درحقیقت قرآن شریف کو غور سے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ایک جگہ بھی خلافت کی نسبت انسانوں کی طرف نہیں کی گئی بلکہ ہر قسم کے خلفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ انہیں ہم بناتے ہیں۔"

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے، انوار العلوم)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اس تعلق میں فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنا لیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ پہن لیتا ہے۔''

(الفضل 18 مارچ 1927ء)

خلیفہ کے انتخاب میں حکمت

قرآن کریم، احادیث نبویہ، اقوال بزرگان سلف و خلف نیز خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح ظاہر و باہر و عیاں ہے کہ ''خلیفہ خدا بناتا ہے''۔ اور خلافت اللہ تعالیٰ کا وھبی عطیہ ہے۔ خلیفہ کا انتخاب تو محض اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا ایک عملی اظہار ہے۔ اور اس صورتحال کو قرآن کریم کی ان آیات کی روشنی میں بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ

(شوریٰ:50)

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔

اب اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ بیٹے، بیٹیاں پیدا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر بیٹوں یا بیٹیوں کے حصول کے لئے شادی کرنا اور ازدواجی تعلقات کا قائم ہونا شرط ہے۔

قرآن مجید سے یہ بات ثابت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے واسطہ سے کام کرواتا ہے اور پھر سے اپنی طرف منسوب کرتا ہے تو اس شخص میں خدائی قوتیں بھی داخل کر دی جاتی ہیں تا دنیا کو یہ بات سمجھ آجائے کہ اگرچہ ظاہر میں تو کچھ اور نظر آرہا ہے لیکن بباطن اس میں خدائی تصرف اور خدائی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ نے جنگ بدر کے موقع پر مٹھی میں کنکر لئے اور ان کنکروں کو دشمن کی طرف آپ ﷺ نے پھینکا تو اگرچہ بظاہر وہ ایک انسان کی مٹھی تھی اور کنکر بھی ایک مٹھی میں جتنے آسکتے ہیں اتنے ہی تھے مگر جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے اس مٹھی سے کنکر پھینکے تو خدا تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

(الانفال:18)

کہ کنکروں کی یہ مٹھی تو نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہے۔ نتیجہ بتاتا ہے کہ وہ انسان کی مٹھی کے پھینکے ہوئے کنکر نہ تھے۔ جن سے عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا اور اس کے نتیجہ میں وہ مسلمان جو دشمن کے مقابلہ میں بظاہر کمزور تھے اپنے سے تین گنا مسلح اور جرار لشکر پر غالب آگئے۔ پس بالکل اسی طرح خلیفہ کا انتخاب گو بظاہر مومنوں کی جماعت کرتی ہے لیکن در پردہ اس انتخاب میں خدا تعالیٰ کی قدرت کام کر رہی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ بطور نشان ان مومنوں کو اپنا آلہ بنالیتا ہے اور ان سے انتخاب کروا کر اپنی تقدیر پوری کرواتا ہے اور اس کے متعلق یہ قرار دیتا ہے کہ اس شخص کو مقام خلافت پر میں نے فائز کیا ہے اور اسے خلافت کا جامہ میں نے پہنایا ہے۔ اس کے ساتھ نصرت خداوندی اور تائیدات الٰہی سے ظاہر ہونے والے نتائج یہ ثابت کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ انسان کا کام نہیں۔ انسان کو مجال نہیں کہ وہ اتنے بڑے بوجھ کو اٹھا سکے اور اتنے بڑے کام کو انجام دے سکے جب تک خدائی طاقتیں اور اعلیٰ قوتیں اس کے ساتھ نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر خلیفہ راشد غیر معمولی حالات و مشکلات کے باوجود کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ کیونکہ دراصل وہ انسانوں کا بنایا ہوا خلیفہ نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا خلیفہ ہوتا ہے۔

اس صورتحال کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ صفحہ 304 میں تحریر فرماتے ہیں:

”خلفاء کے تقرر اور ان کے مقام کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ خلافت کا منصب کسی صورت میں بھی ورثہ میں نہیں آسکتا۔ بلکہ یہ ایک مقدس امانت ہے جو مومنوں کے انتخاب کے ذریعہ جماعت کے قابل ترین شخص کے سپرد کی جاتی ہے اور چونکہ نبی کی جانشینی کا مقام ایک نہایت نازک اور اہم روحانی مقام ہے اس لئے اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ گو بظاہر خلیفہ کا انتخاب لوگوں کی رائے سے ہوتا ہے مگر اس معاملہ میں خدا تعالیٰ خود آسمان سے نگرانی فرماتا ہے اور اپنے تصرف خاص سے لوگوں کی رائے کو ایسے رستہ پر ڈال دیتا ہے جو اس کے منشاء کے مطابق ہو۔ اس طرح گو بظاہر خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ عمل میں آتا ہے مگر دراصل اس انتخاب میں خدا کی مخفی تقدیر کام کرتی ہے اور اسی لئے خدا نے خلفاء کے تقرر کو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خلیفہ ہم خود بناتے ہیں۔ یہ ایک نہایت لطیف روحانی انتظام ہے جسے شاید دنیا کے لوگوں کے لئے سمجھنا مشکل ہو مگر حقیقت یہی ہے کہ خلیفہ کا تقرر ایک طرف تو مومنوں کے انتخاب سے اور دوسری طرف خدا کی مرضی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے اور خدائی تقدیر کی مخفی تاریں لوگوں کے دلوں کو پکڑ پکڑ کر منظور ایزدی کی طرف مائل کر دیتی ہے۔ پھر جب ایک شخص خدائی تقدیر کے ماتحت خلیفہ منتخب ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ تمام مومن اس کی پوری پوری اطاعت کریں۔ اور خود اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ تمام اہم ضروری امور میں مومنوں کے مشورہ سے کام کرے اور گو وہ مشورہ پر عمل کرنے کا پابند نہیں بلکہ اگر مناسب خیال کرے تو مشورہ کو رد کر کے اپنی رائے سے جس طرح چاہے فیصلہ کر سکتا ہے۔ مگر بہر حال اسے مشورہ لینے اور لوگوں کی رائے کا علم حاصل کرنے کا ضروری حکم ہے۔“

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 307-308)

مولانا عبدالکلام آزاد اپنی کتاب ”مسئلہ خلافت“ میں خلیفہ کے انتخاب کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”تمام نصوص و دلائل کتاب و سنت اور اجماع امت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے

شرائط امامت و خلافت کے بارے میں دو صورتیں اختیار کی ہیں اور قدرتی طور پر یہی دو صورتیں اس مسئلہ کی ہو سکتی ہیں۔

اسلام نے اس بارے میں نظام عمل یہ مقرر کیا تھا کہ امام کے انتخاب کا حق امت کو ہے اور طریق انتخاب جمہوری تھا نہ شخصی و نسلی۔ یعنی قوم اور قوم کی صائب الرائے جماعت (اہل حل و عقد) کو شرائط و مقاصد خلافت کے مطابق اپنا خلیفہ منتخب کرنا چاہئے۔ بحکم ''وَ اَمْرُ هُمْ شُوْرَىٰ بَيْنَهُم'' بنیاد تمام امور کی شرعاً شوریٰ یعنی باہمی مشورہ ہے نہ کہ نسل و خاندان۔ خلافت راشدہ کا عمل اسی نظام پر تھا۔ خلیفہ اوّل کا انتخاب عام جماعت میں ہوا ہے۔ خلیفہ دوم کو خلیفہ اوّل نے نامزد کیا اور اہل حل و عقد نے منظور کر لیا۔ خلیفہ سوم کا انتخاب جماعت شوریٰ نے کیا۔ خلیفہ چہارم کے ہاتھ پر خود تمام جماعت نے بیعت کی۔ نسل، خاندان، ولی عہدی کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ اگر دخل ہوتا تو ظاہر ہے کہ خلافت خلیفہ اوّل کے خاندان میں آجاتی، یا دوم و سوم کے خاندان میں، مگر ایسا نہیں ہوا۔ خلیفہ دوم نے تو قوم کو بھی اس کا موقع نہ دیا کہ ان کے لڑکے کو خلیفہ منتخب کرے۔ وصیت کر دی کہ وہ کسی طرح منتخب نہیں ہو سکتا۔''

(مسئلہ خلافت صفحہ 57 از مولانا ابوالکلام آزاد مطبع اصغر پریس لاہور 2004ء)

حضرت شاہ ولی اللہ اس تعلق میں لکھتے ہیں کہ:

''آیت لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے معنی یہ ہیں اللہ تعالیٰ خلفاء کو مقرر فرماتا ہے جب اصلاح عالم کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت محسوس کرتی ہے تو لوگوں کے دلوں میں الہاماً ڈال دیتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کریں جسے اللہ تعالیٰ خود خلیفہ بنانا چاہتا ہے۔''

(ازالۃ الخفاء عن الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

نظام خلافت کے متعلق بعض سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1:۔ اس آیت میں امت مسلمہ سے وعدہ ہے نہ کہ بعض افراد سے؟

جواب:۔ بے شک وعدہ قوم سے ہے مگر قوم سے وعدہ کے یہ معنی نہیں کہ افراد کے ذریعہ سے وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ بعض وعدے قوم سے ہوتے ہیں لیکن افراد کے ذریعہ سے پورے کئے جاتے ہیں اور کہا یہی جاتا ہے کہ قوم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا ہو گیا۔ اس کی مثالیں دنیا کی ہر زبان میں ملتی ہیں۔ مثلاً ہماری زبان میں کہا جاتا ہے کہ انگریز بادشاہ ہیں۔ اب کیا اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ہر انگریز بادشاہ ہے۔ ہر انگریز نہ تو بادشاہ ہے اور نہ بادشاہ بن سکتا ہے مگر کہا یہی جاتا ہے کہ انگریز بادشاہ ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں قوم حاکم ہے حالانکہ ساری قوم کہاں حاکم ہوتی ہے چند افراد کے سپرد حکومت کا نظم ونسق ہوتا ہے اور باقی سب اس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی طرح کہا جاتا ہے فلاں قوم بڑی دولت مند ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ اس قوم کا ہر فرد دولتمند ہے۔

غرض قوم سے وعدہ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ افراد کے ذریعہ وہ وعدہ پورا نہ ہو۔ کئی وعدے قوم سے ہی ہوتے ہیں لیکن پورے وہ افراد کے ذریعے ہی کئے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ہمیں قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا یعنی موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں اپنے انبیاء مبعوث کئے۔ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اور اس نے تم کو بادشاہ بنایا۔ اب کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ سب بنی اسرائیل بادشاہ بن گئے تھے۔ یقیناً بنی اسرائیل میں بڑے بڑے غریب بھی ہوں گے مگر موسیٰؑ ان سے یہی فرماتے تھے کہ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اس نے تم سب کو بادشاہ بنایا۔ مراد یہی ہے کہ جب کسی قوم میں سے بادشاہ ہو تو چونکہ وہ قوم ان انعامات اور فوائد سے حصہ پاتی ہے جو بادشاہت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے بالفاظ دیگر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہو گئی۔

سوال نمبر2:۔ دوسرا سوال اس آیت پر یہ کیا جاتا ہے کہ پہلوں میں خلافت نبوت کے ذریعے ہوئی یا ملوک کے ذریعہ سے۔ مگر خلفاء اربعہ نہ نبی مانے جاتے ہیں نہ ملوک پھر یہ وعدہ کس طرح پورا ہوا اور خلفاء اربعہ اس آیت کے کس طرح مصداق ہوئے؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں پہلوں کو خلافت یا تو نبوت کی شکل میں ملی یا ملوکیت کی صورت میں۔ مگر مشابہت کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ ہر رنگ میں مشابہت ہو بلکہ صرف اصولی رنگ میں مشابہت دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً کسی لمبے آدمی کا ہم ذکر کریں اور پھر کسی دوسرے کے متعلق کہیں کہ وہ بھی ویسا ہی لمبا ہے تو اب کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ تم نے دونوں کو لمبا قرار دیا ہے تو یہ مشابہت کس طرح درست ہوئی جبکہ ان میں سے ایک چور ہے اور دوسرا نمازی یا ایک عالم ہے اور دوسرا جاہل بلکہ صرف لمبائی میں مشابہت دیکھی جائے گی۔ ہر بات اور ہر حالت میں مشابہت نہیں دیکھی جائے گی۔ اس کی مثال قرآن کریم سے بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلاً شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً کہ ہم نے تمہاری طرف اپنا ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے۔ اور وہ ایسا ہی رسول ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ اب دیکھو اللہ تعالیٰ نے یہاں رسول کریم ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آپس میں مشابہت بیان کی ہے۔ حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی طرف بھیجے گئے تھے مگر رسول کریم ﷺ کسی ایک بادشاہ کی طرف مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح موسیٰ بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے مگر رسول کریم ﷺ ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا زمانہ صرف چند سو سال تک ممتد تھا اور آخر وہ ختم ہو گیا مگر رسول کریم ﷺ کی رسالت کا زمانہ قیامت تک کے لئے ہے۔ یہ حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کے حالات میں اہم فرق ہیں مگر باوجود ان اختلافات کے مسلمان یہی کہتے ہیں بلکہ قرآن کہتا ہے کہ رسول کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مثیل ہیں حالانکہ نہ تو رسول کریم ﷺ فرعون کی طرح کے کسی ایک بادشاہ کی طرف مبعوث ہوئے، نہ آپ کسی ایک قوم کی طرف تھے بلکہ سب دنیا کی طرف تھے اور نہ آپ کی رسالت کسی زمانہ میں موسیٰؑ کی رسالت کی طرح ختم ہونے والی تھی۔ پس باوجود

ان اہم اختلافات کے اگر آپ کی مشابہت میں فرق نہیں آتا تو اگر پہلوں کی خلافت سے جزوی امور میں خلفائے اسلام مختلف ہوں تو اس میں کیا حرج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پہلے کے انبیاء چونکہ کامل شریعت لے کر نہیں آئے تھے اس لئے ان کے بعد یا نبی مبعوث ہوئے یا ملوک پیدا ہوئے۔ چنانچہ جب اصلاح خلق کے لئے الہام کی ضرورت ہوتی تو نبی کھڑا کر دیا جاتا مگر اسے نبوت کا مقام براہ راست حاصل ہوتا اور جب نظام میں خلل واقع ہوتا تو کسی کو بادشاہ بنا دیا جاتا اور چونکہ لوگوں کو ابھی اس قدر ذہنی ارتقاء حاصل نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنی اصلاح کے لئے آپ جدوجہد کر سکتے اس لئے نہ صرف انبیاء کو اللہ تعالیٰ براہ راست مقام نبوت عطا فرماتا بلکہ ملوک بھی خدا کی طرف سے ہی مقرر کئے جاتے تھے۔ جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا طالوت کو تمہارے لئے خدا نے بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ گویا ابھی لوگ اس قابل نہیں ہوئے تھے کہ خود اپنے بادشاہ کا بھی انتخاب کر سکیں اور نہ شریعت اتنی کامل تھی کہ اس کے فیضان کی وجہ سے کسی کو مقام نبوت حاصل ہو سکتا مگر رسول کریم ﷺ چونکہ ایک کامل تعلیم لے کر آئے تھے اس لئے دونوں قسم کے خلفاء میں فرق ہو گیا۔ پہلے انبیاء کے خلیفے تو نبی ہی ہوتے تھے گو انہیں نبوت مستقل یا براہ راست حاصل ہوتی تھی اور اگر انتظامی امور چلانے کے لئے ملوک مقرر ہوتے تو وہ انتخابی نہ ہوتے بلکہ یا تو ورثہ کے طور پر ملوکیت کو حاصل کرتے یا نبی انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت بطور بادشاہ مقرر کر دیتے۔ مگر رسول کریم ﷺ کی قوم کیونکہ اعلیٰ درجہ کی تھی اس لئے آپ کے بعد خلفاء انبیاء کی ضرورت نہ رہی اس کے ساتھ ہی ملوکیت کی ادنیٰ صورت کو اڑا دیا گیا اور اس کی ایک کامل صورت آپ کو دی گئی اور یہ ظاہر ہے کہ اسلامی خلافت کے ذریعہ سے جس طرح قوم کے ساتھ وعدہ پورا ہوتا ہے کہ اس میں انتخاب کا عنصر رکھا گیا ہے اور قومی حقوق کو محفوظ کیا گیا ہے وہ پہلے بادشاہوں کی صورت میں نہ تھا اور زیادہ کامل صورت کا پیدا ہو جانا وعدہ کے خلاف نہیں ہوتا۔ جیسے اگر کسی کے ساتھ پانچ روپے کا وعدہ کیا جائے اور اسے دس روپے دے دیئے جائیں تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعدہ کی خلاف ورزی ہوئی۔ پس اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ جس طرح رسول کریم ﷺ پہلوں سے افضل تھے آپؐ کی خلافت بھی پہلے انبیاء کی خلافت سے افضل تھی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْلَ یعنی میری امت کے علماء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ امت محمدیہ کا جو بھی عالم ہے وہ انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہے کیونکہ علماء کہلانے والے ایسے ایسے لوگ بھی ہیں جن کی دینی اور اخلاقی حالت دیکھ کر رونا آتا ہے۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ ان علماء سے مراد دراصل خلفاء ہیں جو علماء روحانی ہوتے ہیں اور اس ارشاد نبوی سے اس طرح ارشاد کیا گیا ہے کہ پہلے نبیوں کے بعد جو کام بعض دوسرے انبیاء سے لیا گیا تھا وہی کام میری امت میں اللہ تعالیٰ بعض علماء ربانی یعنی خلفائے راشدین سے لے گا۔ چنانچہ موسیٰ کے بعد جو کام یوشع سے لیا گیا وہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ سے لے گا اور جو کام داؤدؑ سے لیا گیا وہ اللہ تعالیٰ عمرؓ سے لے گا اور جو کام بعض اور انبیاء مثلاً سلیمانؑ وغیرہ سے لیا گیا وہ اللہ تعالیٰ عثمانؓ اور علیؓ سے لے گا۔ غرض رسول کریم ﷺ نے اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ مقام بخشا ہے کہ میری امت کے خلفاء وہی کام کریں گے جو انبیاء سابقین نے کیا۔ پس اس جگہ علماء سے مراد رشوتیں کھانے والے علماء نہیں بلکہ ابوبکرؓ عالم، عمرؓ عالم، عثمانؓ عالم اور علیؓ عالم مراد ہیں۔ چنانچہ جب ادنیٰ ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پیدا کر دیا اور پھر زیادہ روشن صورت میں جب زمانہ کو ایک نبی کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے پورا کر دیا۔ گو فرق یہ ہے کہ پہلے انبیاء براہ راست مقام نبوت حاصل کرتے تھے مگر آپؑ کو نبوت رسول کریم ﷺ کی غلامی کی وجہ سے ملی۔

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 560-564)

سوال نمبر 3:۔ تیسرا سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اس آیت میں کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ آیا ہے۔ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ پہلے خلفاء اس آیت کے ماتحت تھے کیونکہ ان کے پاس نظام ملکی تھا لیکن اس آیت سے وہ خلافت جو احمدیہ جماعت میں ہے کیونکر ثابت ہو گئی کیونکہ ان کے پاس تو کوئی نظام ملکی نہیں؟

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اٰمَنُوْا اور وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی مصداق جماعت کو خلیفہ بنائے گا اور خلیفہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے کا نائب ہوتا ہے۔ پس

وعدہ کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ ہر نبی کے بعد اس کے نائب ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ جس رنگ کا نبی ہو اگر اسی رنگ میں اس کا نائب بھی ہو جائے تو وعدہ کی ادنیٰ حد پوری ہو جاتی ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعودؑ کے سپرد ملکی نظام نہ تھا اس لئے آپؑ کی امر نبوت میں جو شخص نیابت کرے وہ اس وعدہ کو پورا کر دیتا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کو ملکی نظام عطا ہوتا تب تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ آپ کے بعد خلفاء نے نیابت کس طرح کی مگر نظام ملکی عطا نہ ہونے کی صورت میں یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ جس نبی کا کوئی خلیفہ ہو اسے وہی چیز ملے گی جو نبی کے پاس ہو گی اور جو اس کے پاس نہیں ہو گی وہ اس کے خلیفہ کس طرح ملے گی۔

غرض جس رنگ کا کوئی شخص ہو اس رنگ کا اس کا جانشین ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد ملکی نظام نہیں تھا اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آپؑ کے خلفاء کے پاس کوئی نظام ملکی کیوں نہیں؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خلافت نظامی کے بارہ میں یہ نہیں آیا کہ كَمَااسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ بلکہ اس آیت میں جس قدر وعدے ہیں سب کے ساتھ ہی یہ الفاظ لگتے ہیں۔ مگر غیر مبائعین میں سے بھی جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں جیسے شیخ مصری وغیرہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کی نبوت کلی طور پر پہلے نبیوں کی نبوت کی قسم کی نبوت نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے خود لکھا ہے۔ یہ نبوت پہلی نبوتوں سے ایک بڑا اختلاف رکھتی ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبی مستقل نبی تھے اور آپ غیر مستقل نبی ہیں۔ پس جس طرح آپ کی نبوت کے پہلے نبیوں سے مختلف ہونے کے باوجود اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی فرق نہیں آیا کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَااسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح خلافت کے مختلف ہونے کی وجہ سے بھی اس وعدے کے پورا ہونے میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور اگر بعض باتوں میں پہلی خلافتوں سے اختلاف رکھنے کی وجہ سے یہ خلافت اس آیت سے باہر نکل جاتی ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت بھی اس آیت کے ماتحت نہیں آتی کیونکہ اگر ہماری خلافت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی خلافت سے کچھ اختلاف رکھتی ہے تو حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت بھی پہلے نبیوں سے کچھ اختلاف رکھتی ہے۔ پس اگر ہماری خلافت اس آیت کے ماتحت نہیں آتی تو ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت بھی اس آیت کے ماتحت نہیں آتی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اس نبوت کے باوجود مختلف ہونے کے اسی آیت کے ماتحت قرار دیتے ہیں۔ پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پہلے نبیوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود اس آیت کے وعدہ میں شامل ہے اسی طرح خلافت باوجود پہلی خلافتوں سے ایک اختلاف رکھنے کے اس آیت کے وعدے میں شامل ہے۔

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 564-566)

سوال نمبر 4:۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ اگر اس آیت سے افراد مراد لئے جائیں تو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ وعدہ دو قسم کے وجودوں کے متعلق ہے۔ ایک نبیوں کے متعلق اور ایک بادشاہوں کے متعلق۔ چونکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قسم کے نبی آیا کرتے تھے ان کو رسول کریم ﷺ نے ختم کر دیا اور بادشاہت کو آنحضرت ﷺ نے پسند نہیں فرمایا بلکہ صاف فرما دیا کہ میرے بعد خلفاء بادشاہ ہوں گے تو پھر کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ اس آیت میں وعدہ قوم سے ہی ہے افراد سے نہیں۔

جواب:۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی قسم کی نبوت بھی ختم ہو گئی ہے اور پہلی قسم کی ملوکیت بھی ختم ہو گئی لیکن کسی خاص قسم کے ختم ہو جانے سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ اس کا قائم مقام جو اس سے اعلیٰ ہو وہ نہیں آسکتا۔ رسول کریم ﷺ چونکہ سب انبیاء سے نرالے تھے اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کے بعد کا نظام بھی سب سے نرالہ ہو۔ اس کا نرالہ ہونا اسے مشابہت سے نکال نہیں دیتا بلکہ اس کے حسن اور خوبصورتی اور زیادہ بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ آپؐ چونکہ کامل نبی تھے اور دنیا میں کامل شریعت ہوئے تھے اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کے بعد ایسے نبی ہوتے جو آپؐ سے فیضان حاصل کر کے مقام نبوت حاصل کرتے اسی طرح آپؐ کا نظام چونکہ تمام نظاموں سے زیادہ کامل تھا اس لئے ضروری تھا کہ آپؐ کے بعد ایسے خلفاء ہوتے جو پبلک طور پر منتخب ہوتے۔ غرض رسول کریم ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی اور ملوکیت بھی ایک نئے رنگ میں ڈھال دی اور پہلی قسم کی نبوت اور پہلی قسم کی ملوکیت کو ختم کر دیا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ خلافت نبوت پہلے نبی کی تائید کے لئے آتی ہے اور خلافت ملوکیت مومنین کے حقوق کی حفاظت اور ان کی قوتوں کے نشوونما کے لئے آتی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء کو جو خلفاء انبیاء ملے تو ان کی خلافت ناقص تھی کیونکہ گو وہ ان کے کام کو چلاتے تھے مگر نبوت براہ راست

پاتے تھے۔ پس ان کی خلافت کامل نہ ہوتی تھی اور اگر ان کی اقوام کو خلفاء ملوکی ملے تو ان کی خلافت بھی ناقص خلافت ہوتی تھی کیونکہ وہ اختیارات براہ راست ورثہ سے پاتے تھے اور اس کے نتیجہ میں ان کی قسم کے قوٰی پورے طور پر نشوونما نہ پاتے تھے کیونکہ ان کے مقرر کرنے میں امت کا ہاتھ نہ ہوتا تھا اسی طرح جس طرح نبیوں کا اپنے تابع نبیوں کی نبوت میں دخل نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ جہاں بھی باپ کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا ورثہ کے طور پر تخت حکومت سنبھالتے چلے جاتے ہیں وہاں اس بات کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی کہ پبلک کے علمی معیار کو بلند کیا جائے اور اس کے ذہنی قوٰی کو ایسا نشوونما دیا جائے کہ صحیح رنگ میں حکام کا انتخاب کر سکے لیکن جہاں حکام کا انتخاب پبلک کے ہاتھ میں ہو وہاں حکومت اس بات سے مجبور ہوتی ہے کہ فرد کو عالم بنائے، ہر فرد کو سیاست دان بنائے اور ہر فرد کو ملکی حالات سے باخبر رکھے تاکہ انتخاب کے وقت ان سے کوئی بیوقوفی سرزد نہ ہو جائے۔ پس اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے لوگوں کے علمی نشوونما کو مدنظر رکھتے ہوئے حکام کے انتخاب کا حکم دیا۔ پس رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے انبیاء کی خلافت خواہ وہ خلافت نبوت ہو یا خلافت ملوکیت ناقص تھی لیکن رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چونکہ صحیح معنوں میں کامل نبی تھے اس لئے آپؐ کے بعد جو نبی آیا یا آئیں گے وہ آپؐ کے صرف تابع ہی نہ ہوں گے بلکہ آپؐ کے فیض سے نبوت پانے والے ہوں گے۔ اسی طرح چونکہ قوم صحیح معنوں میں کامل امت تھی جیسا کہ فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ لئے ضروری تھا کہ ان کے کام کو چلانے والے بھی اسی رنگ میں آئیں جس طرح اس امت میں نبی آنے تھے یعنی ان کے انتخاب میں قوم کو دخل نہ ہوتا تھا بلکہ انتخابی خلیفہ ہوں تاکہ امت محمدیہ کی پوری ترجمانی کرنے والے ہوں اور امت کی قوت کا صحیح نشوونما ہو۔ چنانچہ اس حکم کی وجہ سے ہر خلیفہ اس بات پر مجبور ہے کہ وہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ علم اور سمجھ کا مادہ پیدا کرے تاکہ وہ اگلے انتخاب میں کوئی غلطی نہ کر جائیں۔ پس یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سید الانبیاء ہیں اور آپؐ کی امت خَيْرُ الْاُمَم ہے۔ جس طرح سید الانبیاء کے تابع نبی آپؐ کے فیضان سے نبوت پاتے ہیں اسی طرح خَيْرُ الْاُمَم کے خلفاء قوم کی آواز سے خلیفہ مقرر ہوتے ہیں۔ پس یہ نظام اسلام کی برتری اور نئے اسلام اور امت اسلامیہ کے علوم رتبت کی وجہ سے ہے اور اس سے خلافت فردی کو مٹایا نہیں گیا بلکہ خلافت شخصی کو زیادہ بہتر اور مکمل صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 568-579)

سوال نمبر5:۔ منکرین خلافت ایک سوال یہ اٹھاتے ہیں کہ کیا اگر خلافت نہ رہی تو پھر اس وقت کے مسلمانوں کا کیا حال ہو گا۔ پہلے بھی تو تیس سال کے بعد خلافت راشدہ ختم ہو گئی تھی۔ اس سے امت مسلمہ پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضورؓ نے فرمایا:

دیکھو قرآن مجید میں وضو کے لئے ہاتھ دھونا ضروری ہے لیکن اگر کسی کا ہاتھ کٹ جائے تو اس کا وضو بغیر ہاتھ دھوئے کے ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی شخص کسی ایسے ہاتھ کٹے آدمی کو پیش کر کے کہے کہ دیکھو اس کا وضو ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جب یہ کہیں کہ ہاں ہو جاتا ہے تو وہ کہے کہ بس اب میں بھی ہاتھ نہ دھوؤں گا تو کیا وہ راستی پر ہو گا؟ ہم کہیں گے اس کا ہاتھ کٹ گیا مگر تیرا تو موجود ہے۔ پس یہی جواب ان معترضین کا ہے ہم انہیں کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں جابر بادشاہوں نے تلوار کے زور سے خلافت راشدہ کو قائم نہ ہونے دیا کیونکہ ہر کام ایک مدت کے بعد مٹ جاتا ہے پس جب تلوار کے زور سے مٹا دی گئی تو اب کسی کو گناہ نہیں کہ وہ بیعت خلیفہ کیوں نہیں کرتا۔ مگر اس وقت وہ کون سی تلوار ہے جو ہم کو قیام خلافت سے روکتی ہے۔ اب بھی اگر کوئی حکومت زبردستی خلافت کے سلسلہ کو روک دے تو یہ الٰہی فعل ہو گا اور لوگوں کو رکنا پڑے گا۔ لیکن جب تک خلافت میں کوئی روک نہیں آتی اس وقت تک کون خلافت کو روک سکتا ہے اور اس وقت تک کہ خلیفہ ہو سکتا ہے جب کوئی خلافت کا انکار کرے گا وہ اسی حکم کے ماتحت آئے گا جو ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنھم کے منکرین کا ہے۔ ہاں جب خلافت ہی نہیں تو اس کے ذمہ دار تم نہیں۔ سارق کی سزا قرآن مجید میں ہاتھ کاٹنا ہے۔ اب اگر اسلامی سلطنت نہیں اور چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تو یہ کوئی قصور نہیں۔ غیر اسلامی حکومت اس حکم کی پابند نہیں۔“

(منصب خلافت، انوار العلوم جلد2 صفحہ 61-62)

سوال نمبر6:۔ غیر مبائعین کی طرف سے نظام خلافت کے تعلق میں ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ اولیٰ کے تمام خلفاء کو بادشاہت بھی حاصل تھی۔ اگر خلافت احمدیہ خلافت راشدہ اولیٰ کی ظل ہے اور خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے تو پھر خلافت احمدیہ کو بادشاہت کیوں حاصل نہیں؟

جواب:۔ اس سوال کے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”ہاں ایک بات یاد رکھنی چاہئے کہ خلیفہ اپنے پیش رو کے کام کی نگرانی کے لئے ہوتا ہے اسی لئے آنحضرت ﷺ کے خلفاء ملک و دین دونوں کی حفاظت پر مامور تھے کیونکہ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی دونوں بادشاہتیں دی تھیں لیکن مسیح موعودؑ کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کا جمالی ظہور ہوا صرف دینی بادشاہ تھا اس لئے اس کے خلفاء بھی اسی طرز کے ہوں گے۔“

(کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 13)

سوال نمبر 7:۔ ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خلافت موعودہ جس کا اس آیت استخلاف میں ذکر ہے محض اس خلیفہ کے متعلق ہے جو نبی کے معاً بعد آتا ہے نہ کہ خلفاء کے ایک لمبے سلسلہ کے متعلق؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ اپنی تقریر بعنوان خلافت راشدہ میں فرماتے ہیں:

”رسول کریم ﷺ نے خود چاروں خلافتوں کو خلافت راشدہ قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں عَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُوْلُ الْخِلاَفَةُ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا یعنی حضرت سفینہؓ کہتے ہیں میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد خلافت صرف تیس سال ہوگی اس کے بعد ملوکیت قائم ہو جائے گی۔ اور چاروں خلفاء کی مدت صرف تیس سال ہی بنتی ہے۔ پس جب آنحضرت ﷺ خلافت کو چاروں خلفاء تک لمبا کرتے ہیں تو کسی دوسرے کا کیا حق ہے کہ اسے پہلے خلیفہ تک محدود کرے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس خیال کو ”سر الخلافہ“ میں بیان فرمایا ہے مگر یہ درست نہیں۔ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ شیعوں کے رد میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے اصل جانشین حضرت علیؓ تھے۔ آپؑ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خلافت کا وعدہ قرآن کریم کی آیت وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ میں ہے اور اس میں جو شرائط پائی جاتی ہیں وہ بدرجہ کمال حضرت ابوبکرؓ میں پائی جاتی ہیں۔

پس آپؓ کا مطلب تو یہ ہے کہ قرآن کریم سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت حضرت علیؓ کی خلافت سے زیادہ ثابت ہے نہ یہ کہ حضرت علیؓ خلیفہ نہ تھے۔ آپؓ نے اپنی کتب میں چاروں خلفاء کے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں اور حضرت علیؓ کی خلافت کا بھی ذکر کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلے خلیفہ کی خلافت ثابت ہو جائے تو دوسرے کی خود بخود ثابت ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت ابو بکرؓ جب پہلے خلیفہ ہوئے اور پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا اور مسلمانوں سے مشورہ کر کے انہیں خلیفہ مقرر کیا۔

سوال نمبر 8:۔ جب ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے لیکن اس کے عملی اظہار کے لئے انتخاب کو ضروری قرار دیا ہے تو اس پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے لئے تو یہ طریق نہیں اپنایا گیا بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی زندگی میں ہی انہیں اپنے بعد بطور خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے لئے بھی معروف طریق نہیں اپنایا گیا بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنی زندگی میں ہی 7,6 افراد پر مبنی ایک کمیٹی تشکیل دے دی تھی اور ساتھ ہی یہ پابندی بھی لگا دی تھی کہ ابن عمرؓ کے علاوہ دیگر کمیٹی کے افراد اپنے سے کسی کو متفقہ طور پر خلیفہ منتخب کریں گے۔ لہٰذا ان دونوں خلفاء کے لئے مروجہ طریق انتخاب عمل میں نہیں لایا گیا۔

جواب:۔ اس سوال کا جواب حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔ اے اپنی کتاب سیرۃ خاتم النبیین میں یوں فرماتے ہیں:

”اس شبہ کے جواب میں پہلے ہم حضرت عمرؓ کی خلافت کے سوال کو لیتے ہیں۔ سو جاننا چاہئے کہ بے شک اسلام میں خلافت و امارت کے قیام کے لئے مشورہ اور انتخاب کا طریق ضروری ہے مگر جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں مشورہ اور انتخاب کے طریق کی نوعیت اور اس کی تفصیل کے متعلق اسلام نے کوئی خاص شرط یا حد بندی مقرر نہیں کی بلکہ اس قسم کے فروعی سوالات کو وقتی حالات پر چھوڑ دیا اور ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے حالات میں مشورہ اور انتخاب کی صورت مختلف ہو سکتی ہے اور اس اصل کے ماتحت اگر بنظر غور سے دیکھا جاوے تو حضرت عمرؓ کی خلافت کا معاملہ یوں طے ہوا تھا کہ جب حضرت ابو بکرؓ جو ایک منتخب شدہ

خلیفہ تھے فوت ہونے لگے تو چونکہ اس وقت تک ابھی فتنہ ارتداد کے اثرات پوری طرح نہیں مٹے تھے اور خلافت کا نظام بھی ابھی ابتدائی حالت میں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ آئندہ خلافت کے لئے سب سے موزوں اور اہل شخص حضرت عمرؓ ہیں اور یہ کہ اگر خلیفہ کے انتخاب کو رائے عامہ پر چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی طبیعت کی ظاہری سختی کی وجہ سے انتخاب میں نہ آسکیں اور امت محمدیہؐ میں کسی فتنہ کا دروازہ کھل جاوے، اہل الرائے صحابہ کو بلا کر ان سے مشورہ لیا اور اس مشورہ کے بعد حضرت عمرؓ کو جن کا حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں تھا بلکہ قبیلہ تک جدا تھا اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ حالانکہ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے اپنے صاحبزادے اور دیگر اعزہ واقارب کثرت کے ساتھ موجود تھے۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ صورت ایسی ہے کہ اسے ہرگز مشورہ اور انتخاب کی روح کے منافی نہیں سمجھا جاسکتا کیونکہ اول تو حضرت ابو بکرؓ نے یہ فیصلہ خود بخود نہیں کیا بلکہ اہل الرائے صحابہ کے مشورہ کے بعد کیا تھا۔ دوسرے حضرت ابو بکرؓ خود ایک منتخب شدہ خلیفہ تھے جس کی وجہ سے گویا ان کا ہر فیصلہ قوم کی آواز کا رنگ رکھتا تھا اور پھر انہوں نے اپنے کسی عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا بلکہ ایک بالکل غیر شخص کو خلیفہ بنایا جس کے معاملہ میں یہ امکان نہیں ہو سکتا تھا کہ لوگ خلیفہ وقت کی قرابت کا لحاظ کر کے مشورہ میں کمزوری دکھائیں گے۔ اس صورت میں ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ مشورہ اور انتخاب کے طریق کو توڑا گیا ہے۔ بلکہ یہ صورت بھی درحقیقت مشورہ کی ایک قسم سمجھی جائے گی۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ کی خلافت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی ایک صریح پیشگوئی بھی تھی۔ جس کی وجہ سے کسی مسلمان کو ان کی خلافت پر اعتراض نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔ بلکہ سب نے کمال انشراح کے ساتھ اسے قبول کیا۔

دوسرا سوال حضرت عثمانؓ کی خلافت کا ہے۔ سو اوّل تو ان کا انتخاب خود محدود مشورہ سے ہی ہوا ہو مگر بہرحال وہ بطریق مشورہ تھا اور ان کی خلافت کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سابقہ خلیفہ کے حکم سے قائم ہوئی تھی اور چونکہ اسلام نے مشورہ اور انتخاب کے طریق کی تفاصیل میں دخل نہیں دیا بلکہ تفاصیل کے تصفیہ کو وقتی حالات پر چھوڑ دیا ہے اس لئے محدود مشورہ کا طریق جو حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق اختیار کیا گیا وہ ہرگز اسلامی تعلیم کے خلاف نہیں سمجھا جاسکتا۔ خصوصاً جبکہ اس بات کو بھی مدنظر رکھا

جاوے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے جو اس شوریٰ کے صدر تھے جس نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا فیصلہ کیا اپنے طور پر بہت سے اہل الرائے صحابہ سے مشورہ کر لیا تھا اور رائے عامہ کو ٹٹولنے کے بعد خلافت کا فیصلہ کیا گیا تھا اور پھر یہ کی اس وقت حالات ایسے تھے کہ اگر اس معاملہ کو کھلے طریق پر رائے عامہ پر چھوڑا جاتا تو ممکن تھا کہ کوئی فتنہ کی صورت پیدا ہو جاتی۔ علاوہ ازیں حضرت عمرؓ نے یہ بھی تصریح کر دی تھی کہ گو میرے لڑکے کو مشورہ میں شامل کیا جاوے۔ مگر اسے خلافت کا حق نہیں ہو گا۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عمرؓ کی طرح حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق بھی آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی تھی۔ اس لئے ان کی خلافت پر کسی مسلمان کو اعتراض نہیں ہوا۔

(سیرۃ خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 45-46)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 17 ستمبر 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے انتخاب کا مبارک مقام



جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

(قسط4)

بعض دیگر سوالات کے جوابات

سوال نمبر9:۔ بعض لوگ ایک حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

جواب:۔ حضرت مرزابشیرؓ احمد صاحب ایم۔اے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے ''سیرۃ خاتم النبیین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دلیل جو اس خیال کو غلط ثابت کرتی ہے یہ ہے کہ اسلام میں اصولاً قومی یا نسلی خصوصیات کو دینی یا سیاسی حقوق کی بنیاد تسلیم نہیں کیا گیا۔ بالفاظ دیگر اسلام میں ان معنوں کے لحاظ سے کوئی ذاتیں نہیں کہ فلاں ذات کو یہ حقوق حاصل ہوں گے اور فلاں کو یہ بلکہ اس میں ذاتوں اور قوموں کو صرف تعارف اور شناخت کا ایک ذریعہ رکھا گیا ہے اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ ... وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْاؕ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ

یعنی اے مسلمانو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر اپنی بڑائی بیان کرے یا دوسری قوم کو اپنے سے نیچا سمجھے۔ کیونکہ تمہیں کیا معلوم ہے کہ خدا کی نظروں میں کون بڑا ہے۔۔۔ اور ہم نے جو تمہیں دنیا میں قوموں اور قبائل کی صورت میں بنایا ہے تو اس کی غرض صرف یہ ہے کہ تم آپس کی شناخت

اور تمیز میں آسانی پاؤ۔ یہ نہیں کہ تم اس تفریق پر کسی قسم کی بڑائی یا خاص حقوق کی بنیاد سمجھو۔ کیونکہ خدا کی نظر میں سے بڑا وہ ہے جو خدائی قانون کی زیادہ اطاعت اختیار کرتا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو۔"

اس واضح اور غیر مشکوک اصولی تعلیم کے علاوہ قرآن شریف خاص خلافت وامارت کے سوال میں بھی قومی یا خاندانی حق کے خیال کو رد کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

یعنی "خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ باگ دوڑ صرف اہل لوگوں کے سپرد کیا کرو (خواہ وہ کوئی ہوں) اور جو لوگ امیر منتخب ہوں انہیں چاہیئے کہ اپنی حکومت کو عدل وانصاف کے ساتھ چلائیں"۔

اس آیت میں خلیفہ یا امیر کے لئے صرف یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ حکومت کا اہل ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شرط نہیں لگائی گئی جو اس بات کی یقینی دلیل ہے کہ اسلام میں خلیفہ یا امیر کے لئے اہلیت کے سوا کوئی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَیْکُمْ عَبْدٌحَبَشِیٌّ

یعنی حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانو! اگر تم پر حبشی غلام بھی امیر بنا دیا جاوے تو تمہارا فرض ہے کہ اس کی اطاعت کرو۔

اگر اسلام میں امیر کا قریشی ہونا ضروری تھا تو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد بے معنی قرار پاتا کہ تم ہر امیر کی فرمانبرداری کرو خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ الغرض کیا بلحاظ اصول کے اور کیا بلحاظ تخصیص کے یہ بات بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ اسلام میں حکومت اور خلافت کو کسی خاص قوم کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے اور اسلامی تعلیم کی روح اس خیال کو دور سے دھکے دیتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ پھر ان احادیث کا کیا مطلب ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خلفاء ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔ سو ان احادیث پر ایک ادنیٰ تدبر بھی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہ ایک پیشگوئی تھی نہ کہ حکم یا سفارش یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ اور بہت سی باتوں کا اظہار فرمایا تھا جو آئندہ ہونے والی تھی اسی طرح خلفاء آپ کے بعد ہونے والے تھے ان کے متعلق آپ کو یہ علم دیا گیا تھا کہ وہ قبیلہ قریش میں سے ہوں گے اور پیشگوئی کی صورت میں قطعاً کوئی اعتراض نہیں رہتا کیونکہ بہرحال خلفاء نے کسی نہ کسی قوم یا قبیلہ میں سے ہونا تھا اور اس وقت کے حالات کے ماتحت وہ سب کے سب قریش میں سے ہوئے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔۔اس زمانہ میں قریش کو دوسرے قبائل عرب پر ایک حقیقی اور یقینی فوقیت حاصل تھی اور انہیں چھوڑ کر کسی دوسرے قبیلہ میں عنان حکومت کا جانا ملک کے لئے سخت ضرر رساں تھا کہ اسلام نے قریش کو ہمیشہ کے لئے حکومت کا ٹھیکہ دے دیا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آنحضرت ﷺ کا یہ قول مروی ہوا ہے کہ میرے بعد خلفاء وائمہ اسلام قریش میں سے ہوں گے تو دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بالآخر قریش حکومت کی اہلیت کو کھو بیٹھیں گے اور اسلام کی حکومت کو تباہ وبرباد کرنے کا موجب بن جائیں گے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هَلَكَةُ أُمَّتِیْ عَلٰی أُمَّتِی عَلٰی يَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ یعنی ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میری امت کی تباہی بالآخر قریش کے نوجوانوں کے ہاتھوں سے ہو گی۔

یعنی جب قریش کی حالت خراب ہو جائے گی اور وہ حکومت کے اہل نہیں رہیں گے تو پھر اس کے بعد ان کے ہاتھ میں حکومت کا رہنا بجائے رحمت کے زحمت ہو جائے گا اور بالآخر قریش ہی کے ہاتھوں سے اسلامی حکومت کی تباہی کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ جو بعض حدیثوں میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ قریش کی امارت قیامت تک رہے گی۔ اس سے بھی یہ مراد ہے کہ امت اسلامی کی تباہی تک قریش برسرِ حکومت رہیں گے اور پھر بالآخر انہیں کے ہاتھوں سے تباہی کا بیج بویا جا کر اسلام میں ایک نئے دور کا آغاز ہو جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ کہ قرآن واحادیث کے مجموعی مطالعہ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ قریش کی امارت وخلافت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے

اس سے محض پیشگوئی مراد ہے، حکم یا سفارش مراد نہیں اور پھر یہ پیشگوئی بھی معیادی اثر رکھتی ہے یعنی اسلام کے دور اول کے ساتھ مخصوص تھی اور آپؐ کا منشاء یہ تھا کہ چونکہ اس وقت حکومت کی اہلیت سب سے زیادہ قریش میں ہے اس لئے آپؐ کے بعد وہی بر سر حکومت واقتدار رہیں گے۔ لیکن جب ایک عرصہ کے بعد وہ اس اہلیت کو کھو بیٹھیں گے تو پھر اس وقت امت محمدیہ پر ایک انقلاب آئے گا اور اس کے بعد ایک نئے دور کی داغ بیل قائم ہو جائے گی۔ الغرض یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام نے حکومت کے حق کو کسی خاص خاندان یا قوم کے ساتھ محدود کر دیا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اسلام میں حکومت انتخاب سے قائم ہوتی ہے اور انتخاب میں ہر شخص کے لئے دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔

(سیرۃ خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمدؓ ایم۔اے صفحہ 644-647)

خلیفہ سے غلطی کا امکان

سوال نمبر 10:۔ ایک سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا خلیفہ کوئی غلطی کر سکتا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں:

”میں اس بات کا قائل نہیں کہ خلیفہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا۔ مگر اس بات کا قائل ہوں کہ کوئی ایسی غلطی نہیں کر سکتا جس سے جماعت تباہ ہو۔۔۔ مگر سب کاموں میں غلطی نہیں کر سکتا اور اگر وہ کوئی ایسی غلطی کر بھی بیٹھے جس کا اثر جماعت کے لئے تباہی خیز ہو تو خدا تعالیٰ اس غلطی کو بھی درست کر دے گا اس کے نیک نتائج پیدا ہوں گے۔ یہ عصمت کسی اور جماعت یا کسی اور مجلس کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں مانتا ہوں کہ خلفاء غلطی کرتے رہے اور اب بھی کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات میں فیصلہ کرتا ہوں جس کے متعلق بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ غلطی ہوئی ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ غلطی سے زیادہ محفوظ کون ہے؟ اجتہادی اور سیاسی غلطیاں رسول سے بھی ہو سکتی ہیں۔ پھر خلیفہ ایسی غلطیوں سے کس طرح بچ سکتا ہے۔

نبی اجتہاد کی غلطی کر سکتا ہے۔ بحیثیت فقیہ غلطی کر سکتا ہے۔ بحیثیت بادشاہ غلطی کر سکتا ہے۔ لیکن بحیثیت نبی غلطی نہیں کر سکتا۔ اور وہ باتیں جو نبی سے بحیثیت فقیہ اور بحیثیت حاکم تعلق رکھتی ہیں۔ خلفاء ان میں نبی کے وارث ہوتے ہیں۔ خلفاء نبی کی ہر بات کے وارث ہوتے ہیں۔ سوائے نبوت کے اور جو احکام نبوت کے سوا نبی کے لئے جاری ہوتے ہیں وہی خلیفہ کے لئے جاری ہوتے ہیں۔۔۔۔

بیشک خلفاء غلطی کر سکتے ہیں۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر ان کے آگے سر تسلیم خم نہ کیا جائے تو کوئی جماعت جماعت نہیں رہ سکتی۔ پس خلیفہ بھی غلطی کر سکتا ہے اور تم بھی غلطی کر سکتے ہو۔ مگر فرق یہی ہے کہ خلیفہ کی خطرناک غلطی کی خدا تعالیٰ اصلاح کر دے گا۔ مگر آپ لوگوں سے خدا کا یہ وعدہ نہیں ہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت 1925ء)

بعض لوگوں کے نزدیک خلیفہ وقت کی غلطی کا امکان یا کسی خلیفہ سے اجتہادی یا سیاسی امر میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس میں اس کی اطاعت واجب نہیں۔ اگر کبھی کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے تو پھر بھی خلیفہ کی اطاعت لازم ہے۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیل شہیدؒ منصب امامت میں تحریر کرتے ہیں:

"اسی بناء پر علمائے امت نے اطاعت امام کو غیر منصوصہ مقام میں صحت قیاس پر موقوف نہیں رکھا بلکہ اس کی اطاعت کے باوجود اس کے ضعیف قیاس کو بھی واجب جانا ہے اور اس کے مخالف کو اگرچہ اس کا قیاس امام کے قیاس سے اظہر اور قوی ہو، جائز نہیں رکھا اور اس میں راز یہی ہے کہ اس کا حکم بذاتہٖ اصول دین سے ایک اصل ہے اور ادلّۂ شرعیہ سے ایک دلیل ہے جو صحیح قیاس سے قوی ہے۔ اگرچہ فی الحقیقت کسی اور کے قیاس سے مستنبط ہو۔ لیکن دوسرے کا قیاس اگرچہ صحیح ہو، ظنی ہے اور یہ حکم اگرچہ بنفس الامر قیاس سے مستند ہو لیکن قطعی ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ اجماع صحت قطعیہ ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مستند اجماع نفس الامر میں ایک قیاس ہوتا ہے یا خبر غیر مشہور اور وہ بھی ظنی ہے"

(منصب امامت صفحہ 149-150 از شاہ اسمٰعیل شہید ایڈیشن دوم 1969ء نقوش پریس لاہور)

ہاں اگر خلیفہ ٔوقت سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہو جو نص صریح کے خلاف ہو تو پھر بھی حکم یہ ہے کہ ادب کے ساتھ اس معاملہ کو خلیفہ ٔوقت کی خدمت میں پیش کر کے خاموشی اختیار کر لی جائے۔ نہ تو اس امر کو عوام الناس میں زیر بحث لانے کی اجازت ہے اور نہ ہی خلیفہ ٔوقت کے ساتھ بحث و جدال کا طرز عمل اپنایا جائے بلکہ تسلی نہ ہونے کی صورت میں بھی خاموشی اختیار کر لی جائے۔ اس سلسلہ میں بھی حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ہماری راہنمائی فرماتے ہیں:

"امام کا حکم نص حکمی ہے۔ یعنی جس وقت مجتہدین کا اجتہاد اور قیاس آراؤں کا قیاس نص قطعی کے مقابل ہوتا ہے تو بیشک پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔ یعنی مذکورہ امور پر مخالفت کی نص کی صورت میں ہرگز قابل عمل نہیں رہتا۔ ایسے ہی جب مذکورہ امور امام یا اس کے نائب کے حکم کے متعارض ہوں تو پایۂ اعتبار ساقط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت مواضع اختلاف اور مسائل اجتہاد میں امام کا حکم دو جانب میں سے ایک جانب متوجہ ہو تو ہر مجتہد، مقلد، عالم، عامی، عارف اور غیر عارف پر واجب العمل ہوگا۔ کسی کو اس کے ساتھ اپنے اجتہاد یا مجتہدین سابقین کے اجتہاد یا اپنے الہام یا شیوخ متقدمین کے الہام سے تعرض نہیں ہو سکتا۔ جو کوئی حکم امام کی مخالف کرے اور مذکورۃ الصدر امور کے خلاف عمل کرے تو بیشک عند اللہ عاصی اور گہنگار ہے اور عذر اس کا حضور رب العالمین و حضور انبیائے مرسلین و مجتہدین میں قابل قبول نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ اہل اسلام سے کسی کو اس کے ساتھ اختلاف نہیں ہے۔

(منصب امامت صفحہ 146-147 از شاہ اسمٰعیل شہیدؒ ایڈیشن دوم 1996ء نقوش پریس لاہور)

خلیفہ وقت کے ساتھ اختلاف

سوال نمبر 11:۔ کیا خلیفہ ٔوقت کے ساتھ اختلاف کیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ خلیفہ ٔوقت کے ساتھ اختلاف رکھنے کے بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

"خلافت کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی بات نکلے اس وقت سب اسکیموں، سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی اسکیم وہی تجویز اور وہی

تدبیر مفید ہے جس کا خلیفہ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ روح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں، تمام اسکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جماعت محسوس کرے کہ خلیفۂ وقت جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اگر تو وہ سمجھتی ہے کہ خلیفہ نے جو کچھ کہا وہ غلط کہا اور اس کا نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا تو جو لوگ یہ سمجھتے ہوں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ خلیفہ کو سمجھائیں اور اس سے ادب کے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔ لیکن اگر یہ نہیں کر سکتے۔ تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ اس طرح کام کریں جس طرح ہاتھ دماغ کی متابعت میں کام کرتا ہے۔ ہاتھ کبھی دماغ کو سمجھاتا بھی ہے کہ ایسا نہ کرو، مثلاً دماغ کہتا ہے فلاں جگہ مکا مارو ہاتھ مکا مارتا ہے تو آگے وہ ذرہ سی سختی محسوس کرتا ہے اور ہاتھ کو درد ہوتا ہے۔ اس پر دماغ سے کہتا ہے کہ اس جگہ مکا نہ مروائیں۔ یہاں تکلیف ہوتی ہے اور دماغ اس کی بات مان لیتا ہے۔ اسی طرح جماعت میں سے ہر شخص کا حق ہے کہ اگر وہ خلیفۂ وقت سے کسی بات میں اختلاف رکھتا ہے تو وہ اسے سمجھائے اور اگر اس کے بعد بھی خلیفہ اپنے حکم یا اپنی تجویز کو واپس نہیں لیتا تو اس کا کام ہے کہ وہ فرمانبرداری کرے اور یہ تو دینی معاملہ ہے۔ دنیوی معاملات میں بھی افسروں کی فرمانبرداری کے تاریخ میں ایسے ایسے واقعات آتے ہیں کہ انہیں پڑھ کر طبیعت سرور سے بھر جاتی ہے۔"

(الفضل قادیان 31 جنوری 1936ء)

اسی طرح ایک دوسرے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

"میں نے متواتر جماعت کو بتایا ہے کہ خلافت کی بنیاد محض اور محض اس بات پر ہے کہ اَلْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِہٖ یعنی امام ایک ڈھال ہوتا ہے اور مومن اس ڈھال کے پیچھے سے لڑائی کرتا ہے۔ مومن کی ساری جنگیں امام کے پیچھے کھڑے ہو کر ہوتی ہیں۔ اگر ہم اس مسئلہ کو ذرا بھی بھلا دیں۔ اس کی قیود کو ڈھیلا کر دیں اور اس کی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیں۔ تو جس غرض کے لئے خلافت قائم ہے۔ وہ مفقود ہو جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ انسانی فطرت کی کمزوریاں کبھی کبھی اسے اپنے جوش اور غصہ میں اپنے فرائض سے غافل کر دیتی ہیں۔ پھر میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کبھی انسان ایسے اشتعال میں آجاتا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ میں مونہہ سے کیا کہہ رہا ہوں۔ مگر بہر حال یہ حالت اس کی

کمزوری کی ہوتی ہے نیکی کی نہیں اور مومن کا کام یہ ہے کہ کمزوری کی حالت کو مستقل نہ ہونے دے اور جہاں تک ہو سکے۔ اسے عارضی بنائے۔ بلکہ بالکل دور کر دے۔ اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے۔ تو پھر خلیفہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے۔ اس کے پیچھے اٹھاتا ہے۔ اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے۔ اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے۔ اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔"

(الفضل قادیان 4 ستمبر 1937ء)

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"ایک شخص جو خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اسے سمجھنا چاہئے کہ خلفاء خدا مقرر کرتا ہے اور خلیفہ کا کام دن رات لوگوں کی راہنمائی اور دینی مسائل میں غور و فکر ہوتا ہے اس کی رائے کا دینی مسائل میں احترام ضروری ہے اور اس کی رائے سے اختلاف اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب اختلاف کرنے والے کو ایک اور ایک دو کی طرح یقین ہو جائے کہ جو بات وہ کہتا ہے وہ دوست ہے۔ پھر یہ بھی شرط ہے کہ پہلے وہ اس اختلاف کو خلیفہ کے سامنے پیش کرے۔۔۔ نہ کہ خود ہی اس کی اشاعت شروع کر دے۔۔۔ اگر کوئی شخص اس طرح نہیں کرتا اور اختلاف کو اپنے دل میں جگہ دے کر عام لوگوں میں پھیلاتا ہے تو وہ بغاوت کرتا ہے اسے اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔"

(منہاج الطالبین لیکچر حضرت مصلح موعودؓ انوار العلوم جلد 9 صفحہ 162)

پس اگر کبھی واجب الاطاعت خلیفہ کے احکام اور ارشادات کے ساتھ کسی چیز کا مقابلہ آ پڑے۔ تو پھر تمام فرمانبرداریوں اور اطاعتوں کا خاتمہ۔ تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست تمام رشتوں اور تعلقات کا انقطاع تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہو گا صرف اور صرف خلیفہ کی اطاعت مومن کو مد نظر ہو گی کیونکہ اس

کی اطاعت کی مخالفت میں کوئی اطاعت نہ ہو گی۔ اس وقت نہ باپ باپ ہے نہ افسر افسر ہے۔ نہ بھائی بھائی ہے۔ نہ دوست دوست ہے نہ رشتہ دار رشتہ دار ہے کیونکہ سب رشتے ٹوٹ گئے۔

سب تعلقات منقطع ہو گئے۔ رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتہ کی خاطر تھے۔

پس خلیفہ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اور جو خدا کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتارنے کی کوشش کرتا ہے وہ دین و دنیا میں ناکام و نامراد رہتا ہے۔

خلافت سے معزولی

سوال نمبر12:۔ کیا خلافت سے معزولی جائز ہے؟

ایک سوال یہ اٹھایا جاتا ہے کہ اگر کوئی خلیفہ کسی بیماری یا عارضہ یا بعض غیر معمولی حالات کی وجہ سے اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو کیا اس صورت میں خلیفہ وقت کو معزول کر کے کسی نئے خلیفہ کا انتخاب یا تقرر ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن کریم، احادیث صحیحہ، اقوام خلفاء راشدہ و صلحاء امت اور خدا کی فعلی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو پھر کسی دوسرے کو کوئی حق نہیں کہ وہ کسی خلیفہ راشد کو کسی بھی وجہ سے معزول کر دے۔ خلیفہ نبی کا جانشین اور قائمقام ہوتا ہے۔ جب نبی معزول نہیں ہو سکتا تو اس کا قائمقام اور جانشین کیسے معزول ہو سکتا ہے؟ کیونکہ یہ ایک روحانی منصب ہے جو تا قیامت جاری رہتا ہے۔

آنحضرتؐ کی ایک حدیث جس میں آپ نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

اِنَّ اللہَ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادَکَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی خِلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ اَبَدًا۔

(تاریخ طبری حصہ سوم صفحہ 482 از ابی جعفر محمد بن جریر الطبری)

یعنی اے عثمان! یقیناً تجھے اللہ تعالیٰ ایک قمیص پہنائے گا اگر منافق اس قمیص کو اتارنے کی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز نہ اتارنا۔

پس اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خلیفہ معزول نہیں کیا جاسکتا۔ یہ عہد روحانی ہے، جس سے کسی کو ہٹانے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

”خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔ خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائبات قدرت بہت عجیب ہیں اور اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو۔“

(خطبات نور صفحہ 419)

مزید فرماتے ہیں:

”پس جب میں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہو گا جس کو خدا چاہے گا۔ خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔۔۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔“

(بدر 4 جولائی 1912ء)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؓ اس مسئلہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور اس کی طاقت ہے کہ معزول کرے۔ کسی انسان میں نہ خلیفہ بنانے کی طاقت ہے نہ معزول کرنے کی۔“

(آئینہ صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 168)

اسی طرح فرمایا:

''اس کا جواب یہ ہے کہ گو خلیفہ کا تقرر انتخاب کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن آیت کی نص صریح اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ امت کو اپنے فیصلہ کا اس امر میں ذریعہ بناتا ہے اور اس کے دماغ کو خاص طور پر روشنی بخشتا ہے لیکن مقرر اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کہ وہ خود ان کو خلیفہ بنائے گا۔ پس گو خلفاء کا انتخاب مومنوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا الہام لوگوں کے دلوں کو اصل حقدار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ ایسے خلفاء میں میں خاصیتیں پیدا کر دیتا ہوں اور یہ خلفاء ایک انعام الٰہی ہوتے ہیں۔ پس اس صورت میں اس اعتراض کہ تفصیل یہ ہوئی کہ کیا امت کو حق نہیں کہ وہ اس شخص کو جو کامل موحد ہے جس کے دین کو اللہ تعالیٰ نے قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جس کے لئے خدا نے تمام خطرات کو دور کرنے کا وعدہ کیا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور جس کے ذریعہ سے وہ اسلام کو محفوظ کرنا چاہتا ہے معزول کر دے۔ ایسے شخص کو تو شیطان کے چیلے ہی معزول کریں گے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس جگہ وعدہ کا لفظ ہے اور وعدہ احسان پر دلالت کرتا ہے۔ پس اس اعتراض کے معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ انعام کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے امت کے ہاتھ میں رکھا ہے اسے کیوں حق نہیں کہ وہ اس انعام کو رد کر دے۔ ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ یہ استنباط بدترین استنباط ہے، جو انعام منہ مانگے ملے اس کا رد کرنا تو انسان کو اور بھی مجرم بنا دیتا ہے اور اس پر شدید حجت قائم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرمائے گا کہ اے لوگو! میں نے تمہاری مرضی پر چھوڑا اور کہا کہ میرے انعام کو کس صورت میں لینا چاہتے ہو؟ تم نے کہا ہم اس انعام کو فلاں شخص کی صورت میں لینا چاہتے ہیں اور میں نے اپنے فضل اس شخص کے ساتھ وابستہ کر دیئے۔ جب میں نے تمہاری بات مان لی تو اب تم کہتے ہو کہ ہم اس انعام پر راضی نہیں۔ اب اس نعمت کے اوپر میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ لَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

وَ مَنْ کَفَرَ بَعْدَذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی انتخاب کے وقت تو ہم نے امت کو اختیار دیا ہے مگر چونکہ اس انتخاب میں ہم امت کی راہبری کرتے ہیں اور چونکہ ہم اس شخص کو اپنا بنا لیتے ہیں اس

کے بعد امت کا اختیار نہیں ہوتا اور جو شخص پھر بھی اختیار چلانا چاہے تو یاد رکھے وہ خلیفہ کا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ ہمارے انعام کی بے قدری کرتا ہے۔ پس وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اگر انتخاب کے وقت وہ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی فہرست سے کاٹ کر فاسقوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

(خلافت راشدہ 573-576، انوار العلوم جلد 15 از فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

ایک دوسرے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"اب کون ہے جو مجھے خلافت سے معزول کر سکے۔ خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے انتخاب میں غلطی نہیں کرتا ہے۔ اگر سب دنیا مجھے مان لے تو میرے خلاف بڑی نہیں ہو سکتی اور سب کے سب خدانخواستہ مجھے ترک کر دیں تو بھی خلافت میں فرق نہیں آسکتا۔ جیسے نبی اکیلا بھی نبی ہوتا ہے اس طرح خلیفہ اکیلا بھی خلیفہ ہوتا ہے۔ پس مبارک ہے وہ جو خدا کے فیصلہ کو قبول کرے۔ خدا تعالیٰ نے جو بوجھ مجھ پر رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے اور اگر اسی کی مدد میرے شامل حال نہ ہو تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن مجھے اس پاک ذات پر یقین ہے کہ وہ ضرور میری مدد کرے گا۔"

(الفضل 14 مارچ 1931ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ خلیفہ کی معزولی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ:

"اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ ان تمام جہانوں کا اصل اور حقیقی مالک تو خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے انہیں پیدا کیا اور جس کے قبضہ اقتدار سے وہ باہر نہیں لیکن اس کی ملکیت کو اس نے ایک طور پر اور نیابت کے رنگ میں آگے بحیثیت مجموعی انسان کے سپرد کیا ہے۔ پس اسلامی لحاظ سے ملکیت دو قسم کی ہے۔ اصلی اور حقیقی ملکیت تو خدا تعالیٰ کی ہے مگر ظلی ملکیت اور تنفیذی حکومت بطور نائب کے بنی نوع انسان کی ہے۔ پس چونکہ ملکیتیں دو قسم کی ہیں، حقیقی اور ظلی۔ اس لئے آگے نائب بنانے کے بھی دو ہی طریق ہو سکتے ہیں۔ ایک مالک کا بنایا ہوا نائب ہو گا یعنی نبی اللہ اور وہ نائب ہو گا جسے نوع انسان نے اپنا نائب بنایا ہو یعنی حاکم وقت۔ لیکن اسلام نے نیابت کی ایک تیسری صورت بھی پیش کی ہے اور وہ دونوں قسم کے مالکوں کی مشترکہ نیابت پر دلالت کرتی ہے اور اسی کو اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں۔ ایک جہت سے وہ مالک

حقیقی کا بنایا ہوا نائب ہوتا ہے اور ایک جہت سے وہ ظلی مالکوں یعنی بندوں کا تسلیم کردہ حاکم ہوتا ہے۔ پس خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ یہ ہے کہ خلیفہ بناتا تو خدا ہی ہے لیکن اس انتخاب اور تعین میں وہ امت مسلمہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کرتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انتخاب بالواسطہ ہوتا ہے اور یہ واسطہ وہ امت مسلمہ ہے جو مضبوطی کے ساتھ اپنے ایمانوں پر قائم اور اپنے ایمان کے مطابق اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ یعنی امت مسلمہ کے دلوں پر تصرف کر کے اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق خلیفہ کا انتخاب کرواتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ جب خلیفہ کا انتخاب امت مسلمہ کی رائے اور اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے مطابق ہو چکے تو پھر امت مسلمہ کو یہ حق نہیں رہتا کہ وہ اس خلیفہ کو اپنی مرضی سے معزول کر سکے۔ اس لئے کہ یہ ایک مذہبی انتخاب تھا جو اللہ تعالیٰ کی خاص نگرانی کے تحت کیا گیا اور اس انتخاب میں الٰہی تصرف کا ہاتھ تھا اور جسے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہو اسے کوئی انسان معزول نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کے عزل کو خود اپنے ہاتھ میں رکھا۔ جب بھی وہ دیکھے خلیفہ بدلنے کی ضرورت ہے وہ خود اسے وفات دے دے گا اور اپنی مرضی اور تصرف کے مطابق امت مسلمہ کے ذریعہ نئے خلیفہ کا انتخاب کروادے گا۔ پس روحانی خلفاء بندوں کے ہاتھوں معزول نہیں ہو سکتے اور جو ایسا سمجھے اس کے اندر نفاق اور بے حیائی کا مادہ ہے۔۔۔۔

ایک خلیفہ کی زندگی میں نئی خلافت کے متعلق سازشیں کرنا یا منصوبے باندھنا یا باتیں پھیلانا یا اس ضمن میں کسی شخص کا نام لینا خواہ وہ شخص پسندیدہ ہو یا غیر پسندیدہ اسلامی تعلیم کے حد درجہ خلاف اور انتہائی بے شرمی اور بے حیائی کی بات ہے اور پاکباز مومن اس قسم کی منافقانہ اور خبیثانہ باتوں سے ہمیشہ پرہیز کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کا وہم اور خیال بھی اس کے ذہن میں نہیں آتا اور اگر کسی منافق طبع کو اس قسم کی بات کرتے سنتے ہیں تو سختی سے ایسے شخص کی باز پرس کرتے ہیں۔"

(بحوالہ ماہنامہ انصاراللہ ربوہ اپریل 1964ء صفحہ 28-29)

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 24 ستمبر 2022ء)

حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے انتخاب کا مبارک مقام



جماعت احمدیہ کا نظام خلافت

(قسط 5)

خلافت سے دستبرداری

سوال نمبر 13: کیا خلافت سے دستبرداری کی جاسکتی ہے؟

جواب: جب قرآن کریم سے یہ ثابت ہو گیا کہ خلیفہ نبی کا قائمقام اور جانشین ہوتا ہے اور نیز یہ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے اور خلیفہ کا مشن بالکل وہی ہوتا ہے جو انبیاء کا ہوتا ہے۔ اگر انبیاء ہر حال میں تا حیات اپنے منصب پر قائم اور فائز رہتے ہیں تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ خلیفہ جو نبی کا حقیقی جانشین اور قائمقام ہوتا ہے وہ خلافت سے دستبرداری اختیار کر لے۔ ایک حدیث بھی خلافت سے دستبردار نہ ہو سکنے کی تائید کرتی ہے۔

حضرت عثمانؓ کی خلافت کے متعلق مسند احمد بن حنبلؒ میں آنحضرتؐ کا حضرت عثمانؓ کے لئے یہ واضح ارشاد درج ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا فَاِنْ اَرَادکَ الْمُنَافِقُوْنَ عَلٰی خِلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ اَبَدًا

(مسند احمد بن حنبل)

یعنی اے عثمانؓ! یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر منافق اس قمیص کو اتارنے کی کوشش کریں تو ہرگز ہرگز نہ اتارنا۔

پس یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان غنیؓ نے شہادت تو قبول کر لی مگر منصب خلافت سے دستبرداری اختیار نہ کی۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ خلافت سے دستبرداری جائز نہیں۔

حضرت امام حسنؓ کی خلافت سے دستبرداری کا جواز

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلافت سے دستبرداری جائز نہیں تو پھر حضرت امام حسنؓ جن کو حضرت علی کرّم اللہ وجہُ کی شہادت کے بعد باقاعدہ طور پر خلیفہ منتخب کر لیا گیا تھا انہوں نے حضرت امیر معاویہ کے حق میں کیوں دستبرداری اختیار کی؟

1۔ خلافت راشدہ اولیٰ کے بارہ میں آنحضرتؐ کی یہ پیشگوئی تھی کہ خلافت راشدہ 30 سال تک قائم رہے گی۔ اور اس کے بعد بادشاہت قائم ہو جائے گی۔

(ترمذی وابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الفتن فصل ثانی عن سفینۃ)

لہٰذا اس پیشگوئی کے مطابق ضروری تھا کہ خلافت راشدہ جس کا دور حضرت علیؓ کی شہادت کے وقت تقریباً تیس سال بنتا ہے، اپنے اختتام کو پہنچ جاتی۔

2۔ ایک دوسری روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت حسنؓ کے بارہ میں یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ میرے اس نواسے کے ذریعے خدا دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا۔

(بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت و فتح الباری شرح حدیث مذکور)

پس آنحضرتؐ کی اس پیشگوئی کے مطابق ضروری تھا کہ حضرت امام حسنؓ امت محمدیہ میں پیدا ہونے والے انشقاق و افتراق کو ختم کرنے کے لئے خلافت سے دستبرداری اختیار کرتے۔ لہٰذا حضرت امام حسنؓ کے اس فعل کو مقام مدح میں سمجھا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت حسنؓ نے میری دانست میں بہت اچھا کام کیا کہ خلافت سے الگ ہو گئے۔ پہلے ہی ہزاروں خون ہو چکے تھے۔ انہوں نے پسند نہ کیا کہ اور خون ہوں۔اس لئے معاویہ سے گزارہ لے لیا۔۔۔ حضرت امام حسنؓ نے پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں خانہ جنگی بڑھے اور خون ہوں۔ انہوں نے امن پسندی کو مد نظر رکھا اور حضرت امام حسینؓ نے پسند نہ کیا کہ فاسق وفاجر کے ہاتھ پر بیعت کروں کیونکہ اس سے دین میں خرابی ہوتی ہے۔ دونوں کی نیت نیک تھی۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

(ملفوظات جلد چہارم نیا ایڈیشن صفحہ 579-580)

اس مسئلہ پر جماعت کے مستند عالم، سلطان القلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے صاحبزادے حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب ایم۔اے بھی سیرۃ خاتم النبیین میں روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

یہ سوال کہ کوئی خلیفہ یا امیر باقاعدہ طور پر منتخب یا مقرر ہونے کے بعد خود بعد میں کسی مصلحت کی بناء پر خلافت سے دستبردار ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک ایسا سوال ہے جس کے متعلق اسلامی شریعت میں کوئی نص نہیں پائی جاتی مگر ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں دنیوی امراء کے متعلق تو کوئی امر مانع نہیں سمجھا جا سکتا۔ البتہ دینی خلفاء کا سوال قابل غور ہے۔ تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ثالث سے ان کے زمانہ کے باغیوں نے یہ درخواست کی کہ آپ خود بخود خلافت سے دستبردار ہو جائیں ورنہ ہم آپ کو جبراً الگ کر دیں گے تو اس پر حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا کہ جو عزت کی قمیص خدا نے مجھے پہنائی ہے میں اسے خود اپنی مرضی سے کبھی نہیں اتاروں گا۔

(طبری و تاریخ کامل ابن اثیر حالات قتل حضرت عثمانؓ نیز زرین عن عبداللہ بن سلام بحوالہ تلخیص الصحاح باب فی ذکر الخلفاء الراشدین)

جس میں آنحضرتؐ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ تھا جو آپ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا تھا کہ خدا تمہیں ایک قمیص پہنائے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے نہ اتارنا۔

(ترمذی بحوالہ مشکوۃ باب مناقب عثمانؓ)

لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت امام حسنؓ کا یہ فعل ہے کہ انہوں نے امت محمدیہؐ کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری اختیار کرلی (بخاری عن حسن بصری کتاب الصلح نیز طبری و تاریخ کامل ابن اثیر حالات 41 ہجری)۔ اور یہ روایت آتی ہے کہ اس سے آنحضرتؐ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ میرے اس نواسے کے ذریعہ خدا دو مسلمان گروہوں میں صلح کروائے گا (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت و فتح الباری شرح حدیث مذکور) گویا امام حسنؓ کے اس فعل کو مقام مدح میں سمجھا گیا ہے کہ ان کی اس دستبرداری کے نتیجہ میں آنحضرتؐ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جس میں آپ نے امام حسنؓ کی ایک امتیازی خوبی بیان کی تھی۔ اور امت محمدیہؐ پھر ایک نقطہ پر جمع ہوگئی۔ ان دو مثالوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دستبرداری کا سوال حالات پر چھوڑا گیا ہے یعنی یہ کہ اگر خلافت کا استحکام ہو چکا ہو جیسا کہ حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں ہو چکا یا یہ کہ اگر دستبرداری کے متعلق لوگوں کی طرف سے خواہش یا مطالبہ ہو تو وہ ناپسندیدہ بلکہ ناجائز ہے۔ لیکن اگر قبل استحکام خلافت جیسا کہ امام حسنؓ کے معاملہ میں پایا جاتا ہے کسی اعلیٰ غرض کے حصول کے لئے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اس جگہ یہ ذکر ضروری ہے کہ یہ خیال جو ہم نے یہاں ظاہر کیا ہے یہ اسلام کا کوئی فیصلہ یا عقیدہ نہیں ہے بلکہ محض ایک رائے ہے جو واقعات سے نتیجہ نکال کر قائم کی گئی ہے۔ واللہ اعلم"

(سلسلہ احمدیہ صفحہ 639-638 از حضرت مرزا بشیر احمد ایم۔اے)

خلافت احمدیہ پر اعتراضات کے جوابات

سوال نمبر 1: خلافت احمدیہ پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں پہلے تو خلافت نبوت کے علاوہ خلافت ملوکیت کا بھی ذکر ہے۔ پھر خلافت ملوکیت کو چھوڑ کر آیت استخلاف میں صرف خلافت نبوت کے ساتھ اس کی مشابہت کو کیوں مخصوص کیا گیا ہے؟

جواب: آیت استخلاف کے الفاظ بتاتے ہیں کہ گو مسلمانوں سے دوسری آیات میں بادشاہتوں کا بھی وعدہ ہے مگر اس جگہ بادشاہت کا ذکر نہیں ہے بلکہ صرف مذہبی نعمتوں کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے۔وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ کہ خدا اپنے قائم کردہ خلفاء کے دین کو دنیا میں قائم کر کے رہتا ہے۔اب یہ اصول دنیا کے بادشاہوں کے متعلق نہیں اور نہ ان کے دین کو خدا تعالیٰ نے کبھی دنیا میں قائم کیا بلکہ یہ اصول روحانی خلفاء کے متعلق ہی ہے۔پس یہ آیت ظاہر کر رہی ہے کہ اس جگہ جس خلافت سے مشابہت دی گئی ہے وہ خلافت نبوت ہی ہے نہ کہ خلافت ملوکیت۔اسی طرح فرماتا ہے۔وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کہ خدا ان کے خوف کو امن سے بدل دیا کرتا ہے۔یہ علامت بھی دنیوی بادشاہوں پر کسی صورت میں چسپاں نہیں ہوسکتی۔کیونکہ دنیوی بادشاہ اگر آج تاج و تخت کے مالک ہوتے ہیں تو کل تخت سے علیحدہ ہو کر بھیک مانگتے دیکھے جاتے ہیں۔اسی طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے خوف کو امن میں بدل دینے کا کوئی وعدہ نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات جب کوئی سخت خطرہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اس کے مقابلہ کی ہمت تک کھو بیٹھتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا کہ وہ خلفاء میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔گویا وہ خالص موحد اور شرک کے شدید ترین دشمن ہوں گے۔مگر دنیا کے بادشاہ تو شرک بھی کر لیتے ہیں حتیٰ کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ ان سے کبھی کفر بواح صادر ہو جائے۔پس وہ اس آیت کے مصداق کس طرح ہو سکتے ہیں۔

چوتھی دلیل جس سے یہ ثابت ہوتا ہے ان خلفاء سے مراد دنیوی بادشاہ ہرگز نہیں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یعنی جو لوگ ان خلفاء کا انکار کریں گے وہ فاسق ہو جائیں گے۔اب بتاؤ کہ جو شخص کفر بواح کا بھی مرتکب ہو سکتا ہو۔آیا اس کی اطاعت سے خروج فسق ہو سکتا ہے؟ یقیناً ایسے بادشاہوں کی اطاعت سے انکار کرنا انسان کو فاسق نہیں بنا سکتا۔فسق کا فتویٰ انسان پر اسی صورت میں لگ سکتا ہے جب وہ روحانی خلفاء کی اطاعت سے انکار کرے۔

غرض یہ چاروں دلائل جن کا اس آیت میں ذکر ہے اس امر کا ثبوت ہیں کہ اس آیت میں جس خلافت کا ذکر کیا گیا ہے وہ خلافت ملوکیت نہیں۔پس جب خدا نے یہ فرمایا لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کہ ہم ان خلیفوں پر ویسے ہی انعامات نازل کریں گے جیسے ہم نے پہلے

خلفاء پر انعامات نازل کئے تو اس سے مراد یہی ہے کہ جیسے پہلے انبیاء کی مدد ہوتی رہی ہے اسی طرح ان کی مدد ہوگی۔ پس اس آیت میں خلافت نبوت سے مشابہت مراد ہے نہ کہ خلافت ملوکیت ہے۔

سوال نمبر2: جماعت احمدیہ کی خلافت پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خلیفہ وقت کے لئے بادشاہ ہونا ضروری ہے۔ اس کی قرآن کریم سے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آیت استخلاف کا شان نزول یہ ہے کہ جب کفار کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور صحابہ نے کچھ مایوسی کا اظہار کرنا شروع کر دیا تو اس وقت مسلمانوں کو آئندہ حکومت و بادشاہت ملنے کی امید دلا کر ان کو حوصلہ اور تسلی دی گئی۔ نیز آیت استخلاف میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ میں لفظ اَلْاَرض سے زمینی اور دنیاوی بادشاہت کا استدلال کیا جاتا ہے۔ اور اس دعویٰ کی عملی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ خلافت راشدہ اولیٰ کو روحانی خلافت کے ساتھ ساتھ زمینی بادشاہت یعنی حکومت بھی عطا کی گئی تھی؟

جواب: خلافت کے لئے حکومت کا ملنا ضروری نہیں ہے۔

1۔ جہاں تک شان نزول کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ کسی آیت کے مضامین اور مطالب کا محض شان نزول تک محدود کر دینا یہ قرآنی روح کے منافی ہے۔ اگر اس اصول کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی متعلقہ آیت کریمہ کا کوئی اور مفہوم اور مطلب نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ قرآن کریم کے کئی بطن اور ایک سے زیادہ مضامین ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ علاوہ ازیں شان نزول کا معیار محض ایک ذوقی استدلال ہے یہ کوئی تسلیم شدہ معیار نہیں۔ لہٰذا ہر آیت کی شان نزول کی روشنی میں تشریح و تفسیر کرنا ضروری نہیں۔

2۔ جہاں تک آیت استخلاف میں لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ کے الفاظ میں فی الارض سے زمینی بادشاہت یعنی حکومت کا استدلال ہے تو یہ بھی قرآنی محاورہ کی روشنی میں درست نہیں کیونکہ قرآن کریم میں دیگر مقامات پر خلافت کے ساتھ الارض کا لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر وہاں خلافت سے مراد حکومت نہیں لیا جاتا۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ:31) یقیناً

میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اسی طرح فرمایا وَ یَجْعَلُکُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ (النمل:63) اور وہ تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے اسی طرح سورۃ یونس میں فرمایا کہ ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (یونس:15) پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں (ان کا) جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ اس آیت کریمہ میں تو آیت استخلاف کی طرح اعمال کا بھی ذکر آیا ہے جس طرح آیت استخلاف میں خلافت اعمال صالحہ کے ساتھ مشروط قرار دی گئی ہے اسی طرح اس آیت کریمہ میں خلافت دینے کا مقصد ہی اچھے اعمال بجالانا شرط قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ استدلال کہ آیت استخلاف میں خلافت فی الارض کا ذکر ہے اس لئے خلافت روحانی کے ساتھ دنیاوی بادشاہت اور حکومت کا ملنا ضروری ہے، درست قرار نہیں پاتا۔

3۔ یہ دلیل کہ خلافت راشدہ اولیٰ یعنی خلفاء اربعہ کو دنیاوی بادشاہت بھی حاصل تھی۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت کے مخصوص حالات کے پیش نظر خلفاء اربعہ کو دنیاوی بادشاہت کا حاصل ہونا آئندہ کے لئے کوئی قاعدہ کلیہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ خلفاء اربعہ کو حکومت ملنا ان کے لئے ایک جزوی امتیاز تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے بعد جس خلافت کی پیشگوئی فرمائی تھی اس میں اپنے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کی تخصیص کی گئی تھی۔ پھر خلافت علیٰ منہاج نبوت کے بعد درمیانی زمانہ کے حالات و واقعات اور خرابیوں کا ذکر کر کے آخری زمانہ میں دوبارہ خلافت علیٰ منہاج نبوت کا ذکر ملتا ہے۔ خلافت علی منہاج نبوت سے مراد ایسی خلافت جو نبوت کے طریق پر قائم ہو اور جس کا مقصد انبیاء علیہم السلام کے مشن کو ہی آگے بڑھانا ہے۔ تاریخ انبیاء کے مطالعہ سے صرف چند ایک ایسے انبیاء کا ذکر ملتا ہے جن کو نبوت کے ساتھ حکومت بھی حاصل تھی۔ باقی تمام انبیاء کو دنیاوی حکومت حاصل نہ تھی۔ لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ خلافت علیٰ منہاج نبوت سے مراد ایسی خلافت ہے جس کے لئے حکومت ارضی کا حاصل ہونا ضروری نہیں۔ ویسے مماثلت کے لئے ہر امر میں مشابہ ہونا ضروری نہیں جزوی مشابہت سے بھی مماثلت ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا خلافت احمدیہ پر یہ اعتراض کہ اس کو چونکہ حکومت یا بادشاہت حاصل نہیں لہٰذا یہ آیت استخلاف کی مصداق یا خلافت راشدہ کی مثیل نہیں ہو سکتی غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال نمبر 3: خلافت راشدہ خلافت علیٰ منہاج نبوت پر قائم تھی اور یہی دعویٰ خلافت احمدیہ کا ہے حالانکہ خلافت راشدہ کو تو حکومت بھی حاصل تھی جبکہ خلافت احمدیہ حکومت کے منصب سے محروم ہے لہٰذا خلافت احمدیہ کس طرح خلافت راشدہ کی قائم مقام ہو سکتی ہے؟

جواب: اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ ہو یا مامور ہو تم کون ہو؟ بادشاہ ہو؟ میں کہتا ہوں نہیں۔ مامور ہو؟ میں کہتا ہوں نہیں۔ پھر تم خلیفہ کس طرح ہو سکتے ہو؟ خلیفہ کے لئے بادشاہ یا مامور ہونا شرط ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے لوگوں نے خلیفہ کے لفظ پر ذرا بھی تدبر نہیں کیا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک شخص درزی کی دکان پر جائے اور دیکھے کہ ایک لڑکا اپنے استاد کو کہتا ہے "خلیفہ جی"۔ وہ وہاں سے آکر لوگوں کو کہنا شروع کر دے کہ خلیفہ تو درزی کو کہتے ہیں اور کوئی شخص جو درزی کا کام نہیں کرتا وہ خلیفہ کس طرح ہو سکتا؟ اسی طرح ایک شخص مدرسہ میں جائے (پہلے زمانہ میں مانیٹر کو خلیفہ کہتے تھے) اور لڑکوں کو ایک لڑکے کو خلیفہ کہتے سنے اور باہر آکر کہہ دے کہ خلیفہ تو اسے کہتے ہیں جو مانیٹر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ شخص جو لڑکوں کا مانیٹر نہیں وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ خلیفہ کے لئے تو لڑکوں کا مانیٹر ہونا شرط ہے۔ اسی طرح ایک شخص دیکھے کہ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اور ان کے فرشتوں کو حکم دیا کہ سجدہ کرو۔ وہ کہے کہ خلیفہ تو وہی ہو سکتا ہے جس کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو ملے ورنہ نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح ایک اور شخص آنحضرتؐ کے خلفاء کو دیکھے جن کے پاس سلطنت تھی تو کہے کہ خلیفہ تو اس کو کہتے ہیں جس کے پاس سلطنت ہو اس کے سوا اور کوئی خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خلیفہ کے لئے سلطنت کا ہونا شرط ہے لیکن ایسا کہنے والے اتنا نہیں سمجھتے کہ خلیفہ کے لفظ کے معنی کیا ہیں؟ اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کا خلیفہ کہلائے اس کا وہ کام کرنے والا ہو اگر کوئی درزی کا کام کرتا ہے تو وہی کام کرنے والا اس کا خلیفہ ہو اور اگر کوئی طالب علم کسی استاد کی غیر حاضری میں اس کا کام کرتا ہے تو وہ اس کا خلیفہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کسی نبی کا کام کرتا ہے تو وہ اس نبی کا خلیفہ ہے اگر خدا نے نبی کو بادشاہت اور حکومت دی ہے تو خلیفہ کے پاس بھی بادشاہت ہونی چاہئے اور خدا خلیفہ کو ضرور حکومت دے گا اور اگر نبی کے پاس ہی

حکومت نہ تھی تو خلیفہ کہاں سے لائے۔ آنحضرتؐ کو چونکہ خداتعالیٰ نے دونوں چیزیں یعنی روحانی اور جسمانی حکومتیں دی تھیں اس لئے ان کے خلیفہ کے پاس بھی دونوں چیزیں تھیں۔ لیکن اب جبکہ خداتعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو حکومت نہیں دی تو اس کا خلیفہ کس سے لڑتا پھرے کہ مجھے حکومت دو۔ ایسا اعتراض کرنے والے لوگوں نے خلیفہ کے لفظ پر غور نہیں کیا۔

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 50-52)

حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین شخصی خلافت یا انجمن

جماعت احمدیہ مبائعین اور پیغامیوں یعنی غیر مبائعین کے درمیان سب سے بڑا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد رسالہ الوصیت کے مطابق شخصی خلافت کی قائل ہے۔ جبکہ پیغامی یعنی غیر مبائعین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد نظام خلافت قائم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے تمام معاملات اور امور کی نگران کسی شخصی خلافت کی بجائے انجمن معتمدین ہونی چاہیئے۔ مگر اس مسئلہ کا حل خود خداتعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایاہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (النور:56)

یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں بھی اسی طرح کے خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے لوگوں میں بنائے۔ اس آیت سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ ویسے ہی خلیفے بنائے گا جیسے پہلوں میں بنائے۔ اب اگر پہلی امتوں میں نبیوں کے بعد انجمنیں بنتی تھیں تو اب بھی انجمن ہی خلیفہ ہو گی اور اگر پہلی امتوں میں شخص واحد نبی کا قائم مقام ہو تا رہا تو اب بھی شخص واحد ہی قائم مقام ہو گا۔ پس سوال یہ ہے کہ کیا پہلے کسی نبی کا خلیفہ کبھی انجمن بھی ہوئی؟ کبھی نہیں۔ حضرت موسیٰ کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوا۔ پس ضرور تھا کہ نبی کریمؐ کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوتا اور مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ بھی ایک ہی شخص ہوتا نہ انجمنیں۔ کیونکہ لفظ کَمَا نے اس مسئلہ کو بالکل صاف کر دیاہے اور آیت هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ

رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ * وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ(الجمعہ:3) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نبی کریمؐ کے بعد خلافت ہوئی اسی طرح مسیح موعودؑ کے بعد ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانوں کی تربیت رسول کریمؐ دو وقت کریں گے۔ ایک ابتداء اسلام میں۔ ایک آخری زمانہ میں۔ پس مسیح موعودؑ کے کام کو ان کے کام کے ساتھ مشابہت دے کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ آخری زمانہ بھی اول زمانہ کے مشابہہ ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ آج بھی اسی طرح خلافت ہو جس طرح رسول کریمؐ کے زمانہ میں تھی۔ اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (آل عمران رکوع 17) یعنی تو معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لے لیا کر۔ لیکن جب تو عزم اور ارادہ کر لے تو پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنے عزم و منشا کے مطابق کام کر۔ اس آیت میں بھی خلافت کا مسئلہ صاف کر دیا گیا ہے کیونکہ رسول کریمؐ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت میری امت پر ایک رحمت ہے اور جو اس پر عمل کر کے مشورہ سے کام کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اور جو بلا مشورہ کام کرے گا وہ ہلاک ہوگا اور اس طرح آنحضرتؐ نے بتادیا ہے کہ یہ آیت آپؐ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ آپؐ کے بعد بھی اس پر عملدرآمد جاری رہے گا۔ پس شَاوِرْ کے لفظ سے جس میں ایک آدمی کو مخاطب کیا گیا ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کے بعد صرف ایک شخص خلیفہ ہوگا اور وہ لوگوں سے مشورہ لینے کے بعد جو بات خدا اس کے دل میں ڈالے اس پر عمل ہوگا اور لوگوں کے مشورہ پر چلنے کا پابند نہیں ہوگا۔ کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ یہ آیت اصل میں آپ کے بعد کے حکام کے لئے ہے۔ پس خلافت قرآن کریم سے ثابت ہے اور آیت استخلاف اور آیت مشاورۃ اس مسئلہ کا فیصلہ کر دیتی ہیں۔

اسی طرح جب بنی اسرائیل نے اپنے ایک نبی سے اپنے اوپر ایک حاکم مقرر کرنے کی درخواست کی تو ان کے لئے کوئی انجمن نہ مقرر کی گئی بلکہ ان کے نبی نے یہ کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا کہ تجھ پر طالوت کو بادشاہ بنایا ہے۔ جس پر اس وقت بھی چند لوگوں نے کہا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ اگر جمہوریت خدا تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوتی تو ایک انجمن مقرر کی جاتی نہ بادشاہ۔ اگر کہو کہ اس وقت زمانہ اور تھا اور اب اور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرما چکا ہے کہ

امت محمدیہؐ کی خلافت امت بنی اسرائیل کی خلافت کے مطابق ہوگی۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ خلافت طالوت کے متعلق یہ بات بھی قابل غور ہے کہ طالوت کا حکم قطعی قرار دیا گیا ہے اور جو لوگ طالوت کے احکام کو مانتے تھے انہیں کو مومن کہا ہے اور آیت استخلاف میں بھی خلفاء کے منکرین کو فاسق کہا ہے جیسا کہ فرمایا وَمَنْ كَفَرَ بَعدَ ذٰلِکَ فَأُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُون خلفاء کے کافر فاسق ہوں گے۔

یہ مسئلہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت آدم کو بھی خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا اور اس وقت جمہوریت کو قائم نہیں کیا تھا اور ان کے وجود پر ملائکہ نے اعتراض بھی کیا مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنِّی اَعْلَمُ مَالَاتَعْلَمُون پھر ملائکہ نے تو اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا۔ لیکن ابلیس نے رجوع نہ کیا اور ہمیشہ کے لئے ملعون ہوا۔ پس خلافت کا انکار کوئی چھوٹا سا انکار نہیں۔ شیطان جو اول الکافرین ہے وہ بھی خلیفہ کے انکار سے ہی کافر بنا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون ملائکہ میں سے بنتا ہے اور کون ابلیس کا بھائی بنتا ہے۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن شریف سے شخصی خلافت ثابت ہے نہ کہ جمہوری اور قدیم سے اللہ تعالیٰ کی سنت یہی چلی آئی ہے کہ وہ نبی کے بعد ایک شخص کو خلیفہ بناتا ہے اور اس کے بعد دوسرے کو نہ یہ کہ چند آدمیوں کو ایک ہی وقت میں خلیفہ بنا دیتا ہے۔

شخصی خلافت کا ثبوت حدیث سے

احادیث سے ثابت ہے کہ خلیفہ کا وجود ضروری ہے اور آنحضرتؐ نے بھی جمہوریت کو قائم نہیں کیا بلکہ خلافت کو قائم کیا ہے اور یہی نہیں بلکہ آپؐ نے صحابہؓ کو وصیت کی کہ میرے بعد اختلافات پھیلیں گے مگر تم میرے خلفاء کی سنت پر عامل ہونا اور انہیں کے طریق پر چلنا۔ أُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبْشِیًافَاِنَّہٗ مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَیَرَی اِخْتِلَافًا کَثِیرًافَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِی وَسُنَّۃِ الْخُلْفَاءِ الرَّاشِدِیْنُ الْمُهْتَدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ تَمُسِّکُوا بِهَا وَعَضُّوْاعَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ اِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الأُمُور میں تمہیں تقویٰ اللہ کی ہدایت کرتا ہوں اور اطاعت فرمانبرداری کی۔ خواہ تم پر حبشی غلام ہی سردار کیوں نہ ہو۔ کیونکہ میرے بعد جو زندہ رہیں گے

اور جلدی ہی دیکھیں گے کہ بہت اختلاف ہو جائے گا۔ پس میری اور میرے خلفاء کی جو راشد اور مہدی ہوں گے سنت کو مضبوط پکڑنا اور دانتوں میں زور سے دبائے رکھنا۔ یعنی چھوڑنا نہیں اور نئی نئی باتیں جو نکلیں ان سے بچنا۔

اس حدیث میں رسول کریمؐ نے اپنی امت کو خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنے کی ہدایت کی ہے۔ اس حدیث سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ کے قائم مقام ایک ایک آدمی ہوں گے بلکہ یہ بھی کہ ان کے اعمال ایک سنت نیک ہوں گے جن پر چلنا مومن کا فرض ہے اور ان کے خلافت چلنا ضلالت ہے۔ ایک اور حدیث بھی ہے جس میں رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ اگر دو خلیفے ہوں تو ایک کو قتل کر دینا چاہیئے۔

اِذَابوَیْعِ لِخَلِیْفَتَیْن فَاقْتُلُو االآخَرَ مِنْھُمَا (مسلم) جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو جو بعد میں ہو اسے قتل کر دو۔ پس صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمؐ نے ایک ہی خلیفہ تجویز کیا ہے اور جمہوریت کو قطعاً پسند نہیں کیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ حدیث میں حضرت عباس کی نسبت یہ دعا آئی ہے کہ وَاجْعَلِ الْخِلَافَۃَ بَاقِیَۃً فِیْ عَقْبِہٖ۔ اس کی اولاد میں خلافت کا سلسلہ جاری رکھ۔

خلفاء اربعہ کی خلافت کے آسمانی اور خدائی ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے کہ رسول کریمؐ نے حضرت عثمان کو فرمایا۔ اِنَّہٗ لَعَلَّ اللّٰہُ یُقَمِّصُکَ قَمِیْصًا خِلْعِہٖ فَلَا تَخْلَعْہُ لَھُم (ترمذی) یعنی خدا تعالیٰ تمہیں کرتہ پہنائے گا اور لوگ اسے اتارنا چاہیں گے مگر تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کا سلسلہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوا۔ کیونکہ رسول کریمؐ نے یہ فرمایا ہے کہ خدا تجھے کرتہ پہنائے گا نہ یہ کہ لوگ پہنائیں گے۔ خلافت کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔ اگر جمہوریت اسلام میں ہوتی تو آنحضرتؐ یہ فرماتے کہ لوگ تجھے کرتہ پہنانا چاہیں گے لیکن انکار کر دیجیو اور کہہ دیجیو کہ یہ جمہوریت کے خلاف ہے اور تعلیم اسلام کے خلاف۔ اس لئے میں خلیفہ نہیں بنتا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ خدا پہنائے گا اور لوگ اتارنا چاہیں گے۔ مگر تم جمہوریت کا ذرا خیال نہ کرنا اور یہ کرتہ نہ اتاریو۔ پس صاف معلوم ہوا کہ خلافت ہی اسلام کے احکام کے ماتحت ہے نہ جمہوریت۔

خلافت کے مسئلہ پر صحابہ کا تعامل اور اجماع

قرآن وحدیث کے بعد اجماع صحابہ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (التوبہ:100) اور مہاجرین وانصار سے سابق اور اول صحابہ اور جو پوری طرح ان کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کی اتباع ہی پر خدا راضی ہو سکتا ہے اور صحابہ کا اجماع دوم اس بات پر ہوا کہ رسول کریمؐ کا اس سے پہلا اجماع قائمقام کوئی خلیفہ ہونا چاہئے اور سب صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر۔ پھر حضرت علیؓ کے ہاتھ پر۔ کل صحابہ کا ایک کے بعد دوسرے کے ہاتھ پر بغیر اختلاف کے بیعت کرتے جانا ثابت کرتا ہے کہ سب اس بات پر متفق تھے اور کسی جماعت صحابہ کا انکار مسئلہ خلافت پر ثابت نہیں۔ بلکہ سب مقر تھے۔ پس صحابہؓ کے اجماع کے خلاف فتویٰ دینے والا خدا تعالیٰ کی رضا کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ صحابہ تو کلھم اجمعون خلافت کے مسئلہ پر ایمان لائیں اور اپنی ساری عمر اس پر عامل رہیں اور خدا ان کی اتباع کو اپنی رضا کا موجب قرار دے۔ اور آج چند اشخاص اٹھ کر کہیں کہ شخصی خلافت مراد نہیں اسلام میں جمہوریت ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی شہادت خلافت کے متعلق

حضرت اقدس نے حمامۃ البشریٰ میں یہ حدیث درج فرمائی ہے ثُمَّ يُسَافِرُ الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ اَوْخَلِيْفَةٌ مِنْ خُلَفَائِهٖ اِلٰى اَرْضِ دَمِشْقَ اس حدیث کو نقل کرکے حضرت صاحب نے خلافت کے مسئلہ پر دو گواہیاں ثبت کر دی ہیں ایک تو نبی کریمؐ کی گواہی کہ مسیح موعودؑ کے بھی خلیفے ہونگے اور دوسری اپنی گواہی کیونکہ آپ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے پس آپؑ نے اپنے بعد جو کچھ ہونے والا تھا۔ اس کا اظہار اس حدیث کے درج کر دینے سے اپنی وفات سے قریباً پندرہ سال پہلے کر دیا تھا کہ میرے بعد خلیفے ہونگے۔ اگر خلیفوں کا ہونا خلاف اسلام ہوتا یا آپؑ کے بعد خلفاء کا وجود حضرت صاحب کے یا اللہ

تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہوتا تو آپؑ کبھی یہ نہ فرماتے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ مسیح یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ شام کو جائے گا اگر کوئی کہے کہ گو آپ نے خلیفہ کا شام جانا قبول فرمایا ہے مگر یہ تو نہیں فرمایا کہ وہ خلیفہ میری مرضی کے مطابق ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس کی نسبت خلفاء لکھا ہے یعنی مسیح موعود کے خلیفوں میں سے ایک خلیفہ۔ پس اگر وہ غاصب یا ظالم ہوگا جو جمہوریت کا حق دبا کر خلیفہ بن جائے گا تو اس کا نام آپؑ اپنا خلیفہ نہ رکھتے بلکہ فرماتے کہ اس کی امت میں سے ایک جابر بادشاہ۔ دوسرے یہ کہ آپؑ نے اس خلیفہ کو ایک ایسی پیشگوئی کا پورا کرنے والا بتایا ہے جو خود آپؑ کی نسبت ہے اور فرمایا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا مسیح موعود اس پیشگوئی کو پورا کرے گا یا اس کا خلیفہ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خلیفہ اس کا سچا جانشین ہوگا ورنہ وہ مسیح موعود کا قائم مقام ہو کر ایسی پیشگوئی کو پورا کرنے والا کیونکر ہو سکتا ہے۔؟

حضرت صاحب کی دوسری شہادت خلافت کے متعلق

آپ کا یہ الہام ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے اس الہام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کے بعد جمہوریت کا ہونا ضروری نہیں بلکہ آپؑ کی جماعت میں بادشاہ ہوں گے اور یہی زبردست اور طاقتور ہوں گے کیونکہ اگر آپؑ کے بعد پارلیمنٹوں کی حکومت تھی اور بادشاہت آپؑ کے اصول کے خلاف تھی تو الہام بدیں الفاظ ہونا چاہئے تھا۔ ”پارلیمنٹیں تیرے دین پر چلیں گی“

جمہوریت سے بھی خلافت ثابت ہے

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ انجمن کا ہی فتویٰ درست اور صحیح ہے پھر بھی خلافت ثابت ہے کیونکہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد کل احمدی جماعت کا پہلا اجماع خلافت کے مسئلہ پر ہی ہوا تھا اور کیا غریب اور کیا امیر کیا صدر انجمن احمدیہ کے ممبران اور کیا عام احمدی سب نے بالاتفاق بغیر تردد و انکار کے بلکہ اصرار اور الحاح سے حضرت مولوی صاحب کو خلیفہ تسلیم کیا اور عاجزانہ طور پر آپؓ سے خلیفہ ہونے کی درخواست کی

جس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ جمہوریت کے فیصلہ کے مطابق بھی خلافت ثابت ہے کیونکہ جمہور نے خود خلافت کا اقرار کیا پس اگر جمہوریت بھی ثابت ہو جائے تب بھی انجمن نے بغیر کسی ممبر کے انکار کے خلافت کو قبول کر لیا ہے اور اس طرح بھی جمہوریت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

نظامت خلافت پر اجماع

سلسلہ احمدیہ کا لٹریچر شاہد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد سب سے پہلا اجماع قدرت ثانیہ یعنی نظام خلافت ہی پر ہوا اور الوصیۃ کے مطابق 27 مئی 1908ء کو حضرت مولانا نورالدین بھیروی رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل منتخب ہوئے۔ اس موقعہ پر حضرت مولانا نورالدینؓ کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی گئی جس پر جناب مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور دوسرے بہت سے عمائدین انجمن کے دستخط ثبت تھے۔ اس درخواست میں یہ لکھا تھا کہ:

"اما بعد، مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں اعلم اور اتقیٰ ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہے اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپؑ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

سے ظاہر ہے، کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا"

(بدر 2 جون 1908ء)

علاوہ ازیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ نے انجمن کے جملہ ممبران کی طرف سے تمام بیرونی احمدیوں کی اطلاع کے لئے حسب ذیل بیان جاری کیا۔

"حضور علیہ السلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپؑ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقرباء حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہ اجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی نے حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلمہ کو آپؑ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین میں سے ذیل کے احباب موجود تھے۔

مولانا حضرت سید محمد احسن صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خاں صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب اور خواجہ کمال الدین"

جناب خواجہ صاحب نے اس اطلاعی بیان میں یہ بھی تحریر فرمایا:

"کل حاضرین نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود یا بذریعہ تحریر بیعت کریں۔"

(بدر 2 جون 1908ء)

محترم خواجہ صاحب نے بعد ازاں یہ بھی تسلیم کیا کہ ”جب میں نے بیعت ارشاد کی۔۔۔یہ بھی کہا کہ میں آپ کا حکم بھی مانوں گا اور آنے والے خلیفوں کا حکم بھی مانوں گا“

(لیکچر اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب صفحہ 69-70 دسمبر 1914ء)

ایک فیصلہ کن سوال

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک بار قادیان میں خطبہ جمعہ کے دوران ارشاد فرمایا کہ:
”اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال ہے جو ہماری جماعت کے دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے اور ہمیشہ ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہئے اور وہ یہ کہ یہی لوگ جو آج کہتے ہیں کہ الوصیت سے خلافت کا کہیں ثبوت نہیں ملتا ان لوگوں نے اپنے دستخطوں سے ایک اعلان شائع کیا ہوا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت کے وقت انہوں نے کیا۔۔۔پس جماعت کے دوستوں کو ان لوگوں سے یہ سوال پوچھنا چاہئے کہ تم ہمیں الوصیت کا وہ حکم دکھاؤ جس کے مطابق تم نے حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ اس کے جواب میں یا تو وہ یہ کہیں گے کہ ہم نے جھوٹ بولا اور یا یہ کہیں گے کہ الوصیت میں ایسا حکم موجود ہے اور یہ دونوں صورتیں ان کے لئے شکست ہیں“

(الفضل 21 شہادت، اپریل 1940ء/1319 ہش صفحہ 6 خطبہ جمعہ حضرت مصلح موعودؓ)

شخصی خلافت پر سب سے بڑی شہادت

حضرت مسیح موعودؑ کے بعد آپ کی جانشین خلافت پر سب سے بڑی دلیل خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے۔ نظام خلافت سے وابستہ جماعت مبائعین کا موازنہ غیر مبائعین سے کرکے بآسانی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کس کے ساتھ ہے۔ نظام خلافت سے وابستہ لوگوں کے ساتھ یا منکرین خلافت کے ساتھ۔

جماعت احمدیہ مبائعین آج خدا کے فضل اور خلافت کی برکت سے 200 سے زائد ممالک میں نفوذ کر چکی ہے۔ جبکہ غیر مبائعین کی حالت ایسے ہی ہے جیسے آخری شب کا چراغ ہوتا ہے۔ جس کی زندگی چند لمحوں کی مہمان ہوتی ہے۔ آخر پر ہم ایک غیر کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے جماعت احمدیہ مبائعین کی ترقی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

قاہرہ کے شدید مخالف احمدیت اخبار ''الفتح'' کو بھی لکھنا پڑا کہ:

''میں نے بغور دیکھا کہ قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔ انہوں نے بذریعہ تحریر و تقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے۔ اور مشرق و مغرب کی مختلف ممالک و اقوام میں بصرف زر کثیر اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی انجمنیں منظم کرکے زبردست حملہ کیا ہے اور ایشیاء ویورپ، امریکہ اور افریقہ میں ان کے ایسے تبلیغی مراکز قائم ہوگئے ہیں جو علم و عمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات و کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔ قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں۔ کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پُر حکمت باتیں ہیں۔ جو شخص بھی ان کے حیرت زدہ کارناموں کو دیکھے گا وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا جہاد کیا ہے جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔ صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں۔ اگر دوسرے مدعیان اصلاح اس جہاد کے لئے بلائیں یہاں تک کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں اور لکھتے لکھتے ان کے قلم شکستہ ہو جائیں تب بھی عالم اسلام میں ان کا دسواں حصہ بھی اکٹھا نہ کر سکیں گے۔ جتنا یہ تھوڑی سی جماعت مال و افراد کے لحاظ سے خرچ کر رہی ہے۔''

(الفتح 2 جمادی الثانی 1351ھ)

خلافت سے وابستگی کی ضرورت

جن اغراض و مقاصد کے پیش نظر نظام خلافت جاری کیا گیا ہے وہ تبھی پورے ہو سکتے ہیں جب نظام خلافت کے ساتھ کما حقہ وابستگی اختیار کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے انکار کو فسق قرار دیا

ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ آیت استخلاف میں نظام خلافت کے اغراض و مقاصد اور برکات بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے:

وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(النور:56)

یعنی اور جو کوئی اس کے بعد (خلافت) کا انکار کریں گے پس وہ لوگ فاسق و فاجر قرار پائیں گے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جب مومنوں کو یہ ارشاد فرمایا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

(آل عمران:103)

کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو اور تم پر صرف ایسی حالت میں موت آئے کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔ تو اس کے حصول کے لئے جو حقیقی ذریعہ ہے اس کو فوراً اگلی آیت میں بیان فرما دیا

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے
رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 01 اکتوبر 2022ء)

★★★★★

مضامین کے لنکس

- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت (قسط 1)

https://www.alfazlonline.org/03/09/2022/67602/

- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت (قسط 2)

https://www.alfazlonline.org/10/09/2022/68035/

- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت (قسط 3)

https://www.alfazlonline.org/17/09/2022/68444/

- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت (قسط 4)

https://www.alfazlonline.org/24/09/2022/68881/

- جماعت احمدیہ کا نظام خلافت (قسط 5)

https://www.alfazlonline.org/01/10/2022/69411/

★★★★★



ادارہ الفضل آن لائن کی دیگر کتب

1. اسلامی اصطلاحات کا بر محل استعمال
2. ارشادات حضرت مسیح موعودؑ بابت مختلف ممالک و شہر
3. جماعت احمدیہ کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں خلافت خامسہ کا عظیم الشان کردار اور معیت الٰہی
4. ارشادات نور
5. کتابِ تعلیم
6. ذیلی تنظیموں کا تعارف اور اس حوالے سے مضامین
7. مجدد دین اسلام۔ تعارف و کارہائے نمایاں
8. میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا
9. جماعت احمدیہ کا نظام خلافت
10. اداریے جلد اول (زیر تکمیل)
11. اداریے جلد دوم (زیر تکمیل)
12. بچوں کی تقاریر از فرخ شاد (زیر تکمیل)